کلی گلاب کی

KALI GULAB KI

BY

ALIA NAAZ.

PRICE Rs 6/=

عالیہ ناز

قیمت - چھ روپیہ

پبلشرز

آہلو والیہ بکڈپو 9953/4 نیو روہتک روڈ

پوسٹ بکس نمبر 2507

نئی دہلی نمبر 110005

اعلیٰ پرنٹنگ پریس بلیماران گلی سوداگران دہلی

انتساب

یہ ناول منسوب ہے

جنّت مکانی نانا جان محکم الدین صاحب کے نام

جن کو سب سے زیادہ پیار کیا۔ جن سے سب سے زیادہ پیار ملا۔ اُن کی حوصلہ افزائی سے میرے قلم نے چلنا سیکھا۔ جن کی سادگی اور پُر خلوص شخصیت سے لوگوں نے فیض اٹھایا اور ہر قدم پہ دھوکے سے نوازا۔

اب اُن کی شخصیت ایسے پردے میں چھپ گئی۔ جہاں کبھی خود غرض کا ہاتھ نہیں پہونچ سکتا۔

پردہ کر کے بھی بے پردہ رہتا ہے انساں
لیکن موت کے پردے میں جا کر چھپ جاتا ہے انساں

عائیہ ناز

ریاست عادل گڑھ پہ برسوں سے نوابوں کی حکومت چلی آرہی
تھی۔ اس چھوٹی سی خوبصورت ریاست کے بانی ہمیشہ اس کو بہتر سے
بہتر بنانے کی کوشش میں رہے ہیں۔ اس ریاست کی خوبصورتی میں
قدرتی مناظر نے بھی چار چاند لگا دیئے تھے۔ یہاں کی رعایا بڑی
پرسکون زندگی گزارتی رہی ہے۔ مذہب یا چھوت یا اونچ نیچ۔
جیسے فرسودہ خیالات ان لوگوں کے ذہنوں میں کبھی پیدا نہ ہوئے
تھے۔ اس وقت یہاں کے نواب عالی جناب امجد حسین رضوی تھے
با وقار بارعب شخصیت کے مالک لیکن بے حد رحمدل۔ ان کے
ایک چھوٹے بھائی جمشید حسین رضوی اور ایک بہن قدسیہ بیگم تھیں
ریاست کے جنوبی سرے پر واقع عظیم الشان محل میں نواب صاحب
کے ساتھ ہی رہائش پذیر تھے۔ بہن بیوہ تھیں اور دو بچوں کے

ساتھ اس محل کے ایک حصے میں آرام سے زندگی بسر کر رہی تھیں۔ بھائی جمشید اور اُن کی بیوی نادرہ خانم۔ لڑکی گل نانہ محل کے مشرقی حصے میں رہتے تھے۔ نواب صاحب کو اپنے بہن بھائی، بھاوج اور بچوں سے بہت پیار تھا۔ خاص طور سے بھتیجی گل نانہ کو بہت چاہتے تھے۔ اور پیار سے گل کہا کرتے تھے۔ اُن کی بیگم عالیہ بانو بھی بہت شفیق لیکن اصولوں کی پابند خاتون تھیں۔ ہمیشہ دوسروں کے کام آنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ اور ریاست کے ولی عہد منصور حسین رضوی اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے بچپن سے انگلینڈ چلے گئے تھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے۔

آج کل محل میں بہت گھما گھمی تھی۔ ہر فرد خوشی سے چہک رہا تھا کیونکہ کل ریاست کے ولی عہد اپنی سرزمین پر بارہ برس بعد قدم رکھنے والے تھے۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے اور محل کے ڈائننگ ہال میں سب افراد کھانے کی میز پر موجود تھے۔ ایک جانب سب بزرگ تھے اور دوسری جانب دو لڑکیاں اور ایک نوجوان تھا پہلی کرسی پر گل نانہ تھی گلابی رنگت تیکھے نقوش کی مالک سر دوپٹے سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ نظریں جھکائے کھانے میں مصروف تھی۔ اس کے برابر

شبانہ تھی۔ کافی خوبصورت اور موڈرن میں بالکل ہلوگائی
اسمارٹ نظر آرہی تھی۔ تیسری کرسی پر بیٹھا ہوا نوجوان وجیہہ
و شرارتی نظر آرہا تھا۔۔۔ وہ مسکراتی نظروں سے سب کا
جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک وہ شرارتی لہجے میں بولا۔ ماموں حضور
گستاخی معاف۔ آج آپ بہت کم کھا رہے ہیں۔ کیا بات ہے
نواب صاحب نے اس کو شفقت بھری نظروں سے دیکھ کر
جواب دیا ہم تو کھا رہے ہیں۔ لگتا ہے تم پھر شرارت کے موڈ
میں آرہے ہو۔ اور وہ اپنی چوری پکڑی جانے پر بوکھلا گیا نہیں
نہیں ماموں حضور ایسی تو کوئی بات نہیں میں تو بہت سنجیدہ
ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سر جھکا کر جلدی جلدی کھانے لگا۔ اُس کی اِس
حرکت پر سب ہی مسکرا دیئے۔

دوسری صبح سب بہت جلد بیدار ہو گئے۔ نادرہ خانم نے بیٹی سے پوچھا۔ تم نے نماز پڑھ لی۔ وہ نظریں جھکا کر بولی۔۔ جی ابھی تلاوت وغیرہ سے فارغ ہوئی ہوں۔۔۔۔۔ نادرہ خانم نے اس کو قریب بٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اور اس کی پیشانی چوم کر بولیں جیتی رہو بیٹی۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔۔۔ جو بندہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ خدا اس کو ہمیشہ اچھا اجر دیتا ہے۔ اور دیکھو اب تم جلدی سے لباس تبدیل کر لو۔ وہی سوٹ پہننا جو تمہاری چچی حضور نے کل دیا تھا۔ گل نے آہستہ سے کہا جی بہتر ہے امی جان۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا اور ہاں دیکھو منصور تمہارے چچا زاد بھائی ہی نہیں تمہارے

منگیتر بھی ہیں۔ اُن سے بات چیت سوچ سمجھ کر کرنا، یہ سُن کر گل شرما گئی۔ اور ماں کے سینے میں مُنہ چھپا لیا۔ اچانک کمرے میں عالیہ بانو داخل ہوئیں، اوہ .... ماں بیٹی میں بہت لاڈ ہو رہا ہے۔ گل جلدی سے سنبھل کر بیٹھ گئی۔ عالیہ بانو اُس کے قریب بیٹھ گئیں۔ پھر مُسکرا کر بولیں۔ کیوں گل تم نے ابھی تک کپڑے نہیں بدلے۔ کیا ہمارا دیا ہوا لباس پسند نہیں آیا۔۔؟ شبانہ تو تیار ہو گئی لیکن تم ابھی تک یونہی بیٹھی ہو۔ وہ گھبرا کر بولی،

جی نہیں چچی حضور۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ابھی چند منٹ میں تیار ہوتی ہوں۔ عالیہ بانو اس کی سعادت مندی سے خوش ہو گئیں۔ اس کی پُشت پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ بھابھی ہمیں خوشی ہے کہ ہماری ہونے والی بہو خوبصورتی کے علاوہ خوب سیرتی میں بھی لاجواب ہے۔ اب ہم جلد ہی منصُور کے سر سہرہ دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔؟ نادرہ خانم نے مُسکرا کر جواب دیا، بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ بھی آپ کی بیٹی ہے۔ اس کی ماں پہلے آپ ہیں۔ پھر میں۔۔۔۔ مجھ سے پوچھنا تو بیکار ہے۔!

گل یہ باتیں سُن کر فوراً کمرے سے بھاگ گئی۔ اور عالیہ بانو ہنس کر تعریفی لہجے میں بولیں۔ بہت شرمیلی ہے۔ اور آپ کی

تربیت نے بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ نادرہ خانم فخریہ انداز میں مسکرا دیں۔

اچانک محل کے باہر بہت شور سنائی دینے لگا۔ اور محل میں بھگدڑ مچ گئی۔ چھوٹے نواب آ گئے۔ عالیہ بانو اپنے کمرہ خاص سے باہر آ گئیں۔ ان کے باوقار چہرے پر اس وقت بچوں جیسی خوشی ناچ رہی تھی۔ ان کی بے قرار نظریں سامنے جمی ہوئی تھیں۔ جہاں سے منصور اپنے والد اور چچا کے ساتھ اندر آ رہے تھے۔ نادرہ خانم اور قدسیہ بیگم بھی استقبال کے لئے عالیہ بانو کے قریب آ گئیں۔ منصور قریب آ گئے عالیہ بانو کی باہیں پھیلیں اور منصور ان میں سما گئے۔ منصور اپنے حلیہ سے بالکل انگریز معلوم ہو رہے تھے۔ سرخ سفید رنگت سنہرے بال، صحت مند قد آور منصور کے سامنے عالیہ بانو عجیب لگ رہی تھیں۔ وہ بار بار منصور کی پیشانی چومتی۔ اور اس کی چوڑی کمر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد منصور نے مسکرا کر کہا۔ اوہ امی حضور آپ تو ایسے آنسو بہا رہی ہیں جیسے ہمیں پھر واپس جانا ہے۔ اب تو ہمیشہ آپ کے قریب رہیں گے! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں منصور یہ تو ہمارے خوشی کے آنسو ہیں۔ خدا نہ کرے۔ اب تم کہیں جاؤ۔ بارہ برس ہم سے دور رہے۔ یہ ہم

ہی جانتے ہیں کہ یہ بارہ برس ہم نے کس طرح بتائے ہیں۔ اور منصور نے ہنس کر اپنی باہوں میں لے لیا، مائی سویٹ مدر! پھر نادیہ، ہمایوں اور قدسیہ بیگم کو دیکھ کر بولے، اوہ چچی جان اور پھوپھی جان آداب عرض کرتا ہوں۔ نادیہ خانم نے ہاتھوں میں بھر کر روپیہ اس پر سے پھینا ور کر دیئے۔ اور نہائیت سنجیدگی سے بولیں صرف آداب کر رہے ہو۔ پیار نہیں دو گے۔ منصور ہنستے ہوئے اُس کے قریب آئے۔ انہوں نے اُس کی پیشانی پہ پیار کر کے دعا دی، جیتے رہو ہمیشہ پھولو پھلو۔ پھر قدسیہ بیگم نے بھی پیار کیا۔ آخر جمشید صاحب مسکرا کر بولے "اب آپ لوگ منصور کو چھوڑ دیں۔ باہر ریاست کے افسران اور رعایا کے لوگ اپنے ولی عہد سے ملنے کے لیئے بے چین ہیں"! عالیہ بانو نے بیٹے کو شفقت سے دیکھ کر کہا۔ جاؤ بیٹے سب سے ادب سے ملنا۔ سب بڑے چھوٹوں کو جھک کر سلام کرنا۔ منصور اُن کی ہدایت سُن کر مسکرا دیئے۔ پھر اپنے چچا کے ساتھ واپس چلے گئے۔ نواب صاحب پہلے ہی باہر جا چکے تھے۔

لنچ کے لئے گانگ بجا تو سب ڈائیننگ ہال میں جمع ہونے لگے۔ منصورہ کا ابھی تک لڑکیوں سے تعارف نہیں ہوا تھا۔ نواب صاحب، عالیہ بانو، جمشید صاحب، نادرہ خانم، قدسیہ بیگم سب اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ اچانک کمرے میں منصور اپنے پھوپھی زاد بھائی ندیم کے ساتھ داخل ہوئے... جمشید صاحب نے مسکرا کر کہا "آؤ بیٹے بیٹھو" ندیم نے معصومیت سے پوچھا "میں بھی بیٹھ سکتا ہوں" جمشید صاحب مسکرائے کیا روزانہ مجھ سے اجازت لیتے ہو جو آج سعادت مندی کے ریکارڈ توڑ رہے ہو! ندیم نے بے چارگی سے منصور کی طرف دیکھا۔ منصور اس کی ایکٹنگ پر ہنس پڑے۔ پھر اس کو اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ نواب صاحب نے اپنی مخصوص بھاری آواز میں کہا۔

گل اور شبانہ کہاں ہیں ابھی تک میز پر نہیں آئیں ؟ عالیہ بانو نے مسکرا کر جواب دیا بس ابھی آ رہی ہیں ۔ گل آتے ہوئے شرما رہی ہے ۔ نواب صاحب کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی ۔ پگلی ہے !! اور اسی وقت شبانہ گل کو کھینچتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی منصور نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اُن کو ایک مشرقی عورت اور ایک مغربی گڑیا نظر آئی ۔ ندیم نے شرارتی انداز میں مسکرا کر کہا منصور بھائی آپ دونوں کو پہچان گئے یا نہیں ۔ منصور نے دونوں کو غور سے دیکھ کر کہا ۔ وہ دوپٹہ والی شاید شبانہ ہے اس کی بات سُن کر سب ہنس پڑے ۔ عالیہ بانو نے بیٹے کو ممتا بھری نظروں سے دیکھ کر کہا بیٹے وہ گل ناز ہے تمہارے چچا جان کی لاڈلی ۔ اور یہ شبانہ ہے ندیم کی بہن ۔ شبانہ نے قریب آکر ہاتھ بڑھایا " ہیلو ! منصور بھائی ۔ منصور نے مسکرا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا ۔ نواب صاحب کی تیوری پر ایک لمحے کے لئے بل پڑے لیکن دوسرے لمحے وہ مسکرا دیئے ۔ گل نے پیشانی تک ہاتھ لے جا کر کہا تسلیم منصور بھائی ۔ ! اس کی پلکیں مارے شرم کے جھکی پڑ رہی تھیں ۔ منصور نے اس مشرقی لڑکی کو حیرت سے دیکھ کر جواب دیا جیتی رہیئے .... کیا آپ وہی گل ناز ہیں جو بچپن میں بے حد شرارتی تھی ۔ اور میری ہر چیز چھپا دیا کرتی تھی ۔ یہ سُن کر گل کا سر اور جھک گیا ۔ اور ہال پھر ہنسی سے گونج گیا ۔

شبانہ منصور کے دائیں طرف بیٹھ گئی۔ اور اس کے برابر گل
تھی۔ پھر نوکروں نے سروس شروع کی۔ اور سب کھانے میں مصروف
ہو گئے۔ عالیہ بانو ایک ایک ڈش بیٹے کے آگے رکھ رہی تھیں
آج بارہ برس بعد اُن کا لاڈلا کھانے پر سب کے ساتھ شامل ہوا تھا۔
اُن کا بس چلتا تو سب کچھ منصور کو کھلا دیتیں ..... لیکن منصور
بہت آہستہ آہستہ کھا رہے تھے۔ کئی بار حیرت بھری نظروں سے
گل کو دیکھ چکے تھے جو سر جھکائے بہت آہستہ آہستہ کھا رہی تھی
سب لوگ بات چیت کر رہے تھے لیکن وہ خاموش تھی ..... شبانہ
تو بات بات پر مسکرا رہی تھی منصور بھی اُس کی باتوں میں کافی دلچسپی
لے رہے تھے یہ دیکھ کر قدسیہ بیگم زیر لب مسکرا رہی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر نوجوان پارٹی ڈرائنگ روم میں آ گئی منصور
صوفے پر نیم دراز ہو گئے پھر تپائی پر رکھے سگار کیس سے ایک سگار نکال
کر سلگایا اور دھیرے دھیرے کش لینے لگے۔ ندیم اُن کے قریب
بیٹھ کر بولا منصور بھائی آپ تو بالکل انگریز بن گئے ہیں۔ منصور نے
مسکرا کر شبانہ کی طرف دیکھا ..... آپ کا کیا خیال ہے شبانہ؟ شبانہ نے
شانے جھٹک کر کہا۔ میرا خیال بھائی جان سے مختلف ہے۔ میرے
خیال میں تو آپ ایک آئیڈیل آدمی بن گئے ہیں۔ منصور نے اب
گل کو چھیڑا۔ محترمہ گل آپ کا ہمارے متعلق کیا خیال ہے؟ گل جو
ایک میگزین پڑھ رہی تھی۔ چونک پڑی۔ جی مجھ سے کچھ کہا ہے!

منصور مسکرا کر بولے۔ جی ہاں یہ بتائیے آپ کا ہمارے متعلق کیا
خیال ہے؟ گل نے نظریں جھکا کر ایک لمحے کچھ سوچا پھر دھیمی
آواز میں بولی "آپ کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے
والی بات ہو جاتی ہے" منصور نے اس کو بغور دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولے"
آپ جتنی شرمیلی اور کم گو ہیں۔ اتنی ہی ذہین بھی ہیں۔ کہاں تک
پڑھا ہے آپ نے؟ شبانہ نے جھٹ کہا میٹرک تک! منصور
حیرت زدہ رہ گئے "بس میٹرک تک۔ آگے کیوں نہیں پڑھا؟ گل
نے قدرے تلخی سے کہا میرے والدین کی مرضی نہیں تھی۔ اور ماں
باپ کے حکم کی تعمیل کرنا ہر اولاد کا فرض ہے۔ منصور نے منہ بنایا
ماشاء اللہ آپ تو اچھا خاصا واعظ فرما رہی ہیں۔ یہ باتیں ہماری سمجھ
میں تو نہیں آرہیں۔ گل میگزین تپائی پر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور طنزیہ
مسکراہٹ سے بولی "معاف کیجئے میں آپ کی نشست کے قابل نہیں
ہوں۔ اس لئے معافی کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔ یہ کہہ کر
وہ باہر نکل گئی۔ اور منصور دروازے کو دیکھتے رہ گئے لیکن ندیم بہت
بے چین نظر آرہا تھا۔ وہ گھمبیر آواز میں بولا۔ گل ناراض ہو گئی۔
شبانہ نے بھائی کو غصیلی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ تو آپ منا
لیجئے وہ تو بالکل گنوار ہے۔ ایٹی کیٹ کی بات کیا جانے۔ ندیم
نے اس کو ملامت سے دیکھ کر کہا شبانہ تم کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے
آخر وہ ہماری ہی بہن ہے۔! منصور نے کش لگا کر کہا۔ واقعی ندیم

شبانہ ٹھیک کہتی ہیں۔ گل تہذیب و آداب بالکل نہیں جانتی۔ ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ منصور بھائی وہ بہت پیاری سی لڑکی ہے ذرا حد سے زیادہ شرمیلی ہے۔ پڑھنے کی بہت شوقین ہے۔ لیکن ہماری مومانی حضور اور مومانی جان نے کالج نہ جانے دیا۔ مومانی حضور کا کہنا ہے۔ ہماری ہونے والی بہو کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ پڑھے یہ ہمیں پسند نہیں۔ منصور بے ساختہ سیدھے بیٹھ گئے۔ "کیا کہہ رہے ہو ندیم۔ ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟" شبانہ نے جلے ہوئے انداز میں کہا۔ جی ہاں یہ بالکل سچ ہے ممانی حضور نے بتایا ہے۔ جب گل ناز پیدا ہوئی تھی تو ماموں حضور نے اس کو اپنی بہو کہہ کر ایک انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی تھی۔ جو آج تک گل کی انگلی میں موجود ہے۔ منصور نے جلتا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈال دیا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہم ایسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے جو سوسائیٹی کے آداب نہ جانتی ہو۔ لباس دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے صدیوں پرانی کوئی روح ہے۔ بھلا اس مٹی کی مورت سے ہم کیسے نباہ کر سکتے ہیں۔

شبانہ نے لوہا گرم دیکھ کر ایک چوٹ اور لگائی۔ نماز و قرآن کی بھی بہت پابند ہے میلاد وغیرہ میں بھی بڑے شوق سے جاتی ہیں۔ ندیم نے بہن کو تیز نظروں سے دیکھ کر کہا شبانہ تم کو کوئی حق نہیں ہے کہ گل کا مذاق اڑاؤ۔ اگر وہ تمہاری طرح بے باک نہیں ہے۔ تو گنوار بن گئی مشرقی عورت کا حسن پردے اور شرم کے سائے میں چھپا ہوتا ہے۔

نہ کہ تمہاری طرح ہر محفل کی شمع بننے میں۔
منصور مسکرا کر بولے... یار ندیم تم کو اپنی بہن کو ایسا نہ کہنا چاہیئے
انسان کو زمانے کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ شبانہ عقلمند ہے۔ جو
زمانے کے مطابق خود کو ڈھال رہی ہیں۔ کسی اچھی محفل میں جانا ہو۔ تو کیا
گل وہاں فٹ ہو سکے گی جب کہ ہمارا روزانہ اعلیٰ قسم کے لوگوں
سے واسطہ پڑے گا ہمارے ملنے والے ہماری شریک حیات سے
ملیں گے۔ تو ہمارا مذاق نہیں بنے گا۔ کہ انگلینڈ ریٹرن کی بیگم میٹرک
پاس ہیں ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، امی حضور اور ابا حضور کو
اپنے خیالات بدلنے ہوں گے۔
ندیم کو اُن کے خیالات جان کر بہت دکھ ہوا منصور کے ذہن
پر مغربی تہذیب کا گہرا اثر تھا.... وہ اکتا کر بولا "خیر چھوڑیئے
اس موضوع کو۔ مجھے تو بوریت محسوس ہو رہی ہے" شبانہ اٹھلا کر بولی
ہاں منصور بھائی کچھ انگلینڈ کے متعلق بتایئے۔ منصور نے اُس کو مسکراتی
نظروں سے دیکھ کر کہا ضرور سُنائیں گے۔ پھر وہ وہاں کے کلچرل
مقامات اور رہن سہن کے متعلق اُن کو بتانے لگے۔ اچانک ندیم نے
شرارت سے پوچھا۔ وہاں آپ کو کوئی لڑکی پسند آئی۔ منصور
نے ہنس کر کہا "یہ پرائیوٹ راز ہے لیکن آپ دونوں کو ضرور
بتائیں گے۔ وہاں ہمیں ایک لڑکی پسند آئی تھی ماریہ..... نام
کی طرح خود بھی حسین تھی۔ شبانہ نے کافی ملتی تھی۔ یہ سن کر

شبانہ مصنوعی انداز سے شرما گئی۔ اس کے کٹے ہوئے بال شانوں پر بکھر آئے۔ ایک لٹ پیشانی پر بھی آ گئی۔ جسے منصور نے نہایت بے باکی سے ہٹا دیا۔۔۔ ندیم اچانک کھڑا ہو گیا "اچھا منصور بھائی میں چلتا ہوں۔ ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔"
منصور مسکرائے "اچھا جاؤ۔ ہم شبانہ سے ہی گفتگو کر لیں گے۔" ندیم چلا گیا۔

منصور شرارتی انداز سے شبانہ سے مخاطب ہوئے۔ "آپ کو تو کوئی کام نہیں ہے" شبانہ شوخی سے بولی "اگر ہو بھی تو آپ کے لئے چھوڑ سکتی ہوں۔"

منصور نے مسکرا کر سوال کیا "اچھا یہ بتائیے کیا آپ ہم سے شادی کریں گی۔" شبانہ ایک لمحے کے لئے بوکھلا گئی لیکن جلد ہی سنبھل کر بولی "آپ کی دلہن موجود ہے تو بھلا میں کیا چیز ہوں، پھر وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے" منصور نے سنجیدہ لہجے میں کہا "بے شک وہ بہت خوبصورت ہیں لیکن بے جان مورت ہیں۔ مجھے دقیانوسی باتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ اُن کا اعتقاد ہے کہ پردہ ہی عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ڈھیلے ڈھالے لباس جن میں انسان کی شخصیت ہی مٹ کر رہ جائے" شبانہ نے مسکرا کر کہا "آپ جانتے ہیں ماموں منصور کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ آپ ان کے خلاف نہیں کر سکتے وہ اپنے اصولوں کے سخت پابند ہیں۔" منصور لاپرواہی سے بولے "دیکھا

جائے گا۔ پہلے آپ ہماری بات کا جواب دیجئے۔ کہ آپ کو ہماری بات سے اتفاق ہے۔ تو پھر ہم امّی حضور سے بات کریں۔ شبانہ نے شرماتے ہوئے کہا۔ مجھے تو اقرار کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ منصور بے ساختہ ہنس پڑے، بہت خوب! اقرار کر بھی لیا اور شرم بھی آرہی ہے۔ شبانہ جھینپے انداز میں ہنسنے لگی۔ باہر کھڑی گل غصے سے کپکپانے لگی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے بھر رہی تھیں۔ پھر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ـــــــــــــــــــــــ

منصور اپنے بستر پر لیٹے کوئی انگریزی ناول پڑھ رہے تھے کمرے میں عالیہ بانو داخل ہوئیں۔ تو وہ بے اختیار اُٹھ بیٹھے۔ اور نہائیت ادب سے بولے "امی حضور آپ نے کیوں تکلیف کی۔ ہمیں یاد کر لیا ہوتا۔" عالیہ بانو کرسی پر بیٹھ کر بولیں۔ "بیٹے اس وقت ہم بہت اہم بات کرنے آئے ہیں۔" منصور سمجھ گئے لیکن انجان بن کر بولے "کیا فرمائیے" عالیہ بانو مسکرا کر بولیں "اب ہم تمہارے سر پر سہرا دیکھنا چاہتے ہیں۔ شادی کے بعد تمہارے پاپا ریاست کی باگ ڈور تم کو دینا چاہتے ہیں۔ اب وہ تھک گئے ہیں۔ اور اُن کو آرام کی ضرورت ہے۔ منصور نے سر جھکا کر کہا "جی ہمیں خود احساس ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ریاست کا انتظام

ہم کیسے سنبھال سکتے ہیں! عالیہ بانو نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔! بیٹے تم اپنے بابا سے ہر قدم پر مشورہ لے سکتے ہو! پھر آہستہ آہستہ تم خود ہی سنبھال لو گے۔ اب ہم اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں تو چین کے کچھ سانس لے سکیں۔! منصور نے نہائت سنجیدگی سے پوچھا لیکن امی حضور آپ کی نظر میں کونسی لڑکی ہے؟ عالیہ بانو نے مسکرا کر کہا۔"

"تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ تمہاری بچپن کی دوست گل ہی تمہاری دلہن بنے گی بہت پیاری بچی ہے! منصور تلخی سے بولے "امی حضور ضروری نہیں ہے کہ بچپن کی دوست ہی ہماری شریک حیات بنے! عالیہ بانو نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا کیا مطلب ہے تمہارا صاف صاف کہو منصور نے اطمینان سے کہا اگر آپ خاندان میں شادی کرنا چاہتی ہیں تو شبانہ کیا بُری ہے پڑھی لکھی سوشیل خوبصورت سب کچھ ہے اس میں! عالیہ بانو تیز لہجے میں بولیں۔ اس میں ایک چیز کی کمی ہے وہ ہے حیا۔ اور جس لڑکی کے پاس یہ نہیں ہے وہ ہماری بہو کبھی نہیں بن سکتی۔ گل کو ہم نے اپنی مرضی کے مطابق تربیت دلوائی ہے۔ اور اس لئے ریاست کی مالکن بننے کے لائق ہے۔ وہ خوبصورت خوب سیرت شرمیلی کم گو سعادت مند منصور نے پہلی بار تیز لہجے میں کہا۔ امی حضور۔ زندگی ہمیں گزارنی ہے۔ یہ ہم خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری ازدواجی

زندگی کس کے ساتھ اچھی گزر سکے گی۔ عالیہ بانو غصے سے سرخ ہو گئیں۔ ان کے پُر وقار چہرے پر ترشی پھیل گئی۔ وہ گرجدار آواز میں بولیں۔

یہ مت بھولو تم اپنی ماں سے مخاطب ہو۔ کان کھول کر سن لو۔ ہمارے فیصلے بدلا نہیں کرتے۔ تم کو گل ناز سے شادی کرنی ہی ہو گی۔ ورنہ ہم اپنی بے عزتی سے پہلے ہی زہر کھا کر سو رہیں گے۔ بعد میں تم شوق سے شبانہ سے شادی رچا لینا۔ یہ ہمارا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ اب تم جواب دو کیا چاہتے ہو؟ منصور ان کا فیصلہ سن کر پریشان ہو گئے۔ وہ جانتے تھے بابا سے زیادہ امی سخت ہیں۔ اور جو کہتی ہیں اس پر عمل بھی کر ڈالتی ہیں! آخر کافی دیر بعد وہ بجھے لہجے میں بولے۔ امی حضور آپ شادی کی تیاری کریں ہم تیار ہیں۔ یہ سن کر عالیہ بانو نے ایک گہری سانس لی۔ پھر شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔ بیٹے ہم نے تمہارے لیے ہیرا چنا ہے۔ شبانہ سے ہمیں کوئی نفرت نہیں ہے لیکن گل اور شبانہ میں بہت فرق ہے۔ گل ہمارے نقش قدم پر چلے گی اور شبانہ ہوٹلوں اور محفلوں میں وقت گزارے گی۔ اس کی پرورش بہت آزاد ماحول میں ہوئی ہے۔ پھر کالج نے تو اس کو بہت بے باک بنا دیا ہے تمہارے بابا حضور بھی اس کی حرکتوں پر بہت غصہ کرتے ہیں۔ پھر اٹھ کر ان کے قریب آئیں۔ سر پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔ اب آرام

کر دو۔ پھر باوقار انداز میں چلتی باہر نکل گئیں منصور نے گہرا سانس لیا۔ پھر اُن کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

دوسری صبح شبانہ اُن کے کمرے میں داخل ہوئی۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی منصور نے اُس کو دیکھ کر نظریں جھکالیں وہ اُداس لہجے میں بولی "منصور بھائی مبارک ہو شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی ہے منصور۔ اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر بے تکلفی سے بولے "شبانہ نہیں اُداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے گل امّی حضور کی پسند ہے تو تم ہماری پسند ہو۔ اور یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ہماری شریکِ حیات تم ہی ہوگی۔ بے شک امّی حضور شادی کر چاہیں۔ لیکن یہ گل کی بدقسمتی ہوگی۔ وہ ہماری محبّت کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔

شبانہ نے بھرائی آواز میں کہا "میں تو کہیں کی نہ رہوں گی اس پاپی دل نے مجھے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے۔ صرف آپ کی محبّت کے سہارے میں ساری عمر کیسے کنواری رہ سکتی ہوں۔ امّی جان تو میری شادی کرنے کو تیار بیٹھی ہیں۔ منصور اُٹھ کر اُس کے قریب آگئے۔ اور اُس کے شانے تھام کر بولے " اسلام مذہب میں چار شادیاں جائز ہیں۔ پھر ہم کیسے نہیں کر سکتے۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی تم ہماری شریکِ حیات بنو گی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ شبانہ نے مسکراتی آنکھوں سے پوچھا "سچ کہہ رہے ہیں آپ" منصور نے سر اثبات

میں ہلا دیا۔ شبانہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور منصور نے اس کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ مائی سویٹ ہارٹ۔ شبانہ اُن کے سینے سے لگ گئی۔ اور اسی وقت گل چائے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ سین دیکھ کر وہ لرز گئی۔ اس کی نظریں اس نظارے کی تاب نہ لا کر جھک گئیں۔ آہستہ قدموں سے وہ آگے بڑھی۔ تو منصور چونک پڑے۔ انہوں نے شبانہ کو چھوڑ دیا۔ شبانہ کھسیانی سی ہو گئی۔ منصور نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ سوسن شامی وغیرہ کہاں ہیں۔ گل نے خود کو سنبھال کر جواب دیا۔ سارا کام نوکروں پر ہی نہیں چھوڑنا چاہیئے آخر وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ اور مجھے کام کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ویسے آپ کے تخلیہ میں خلل پڑا معافی چاہتی ہوں چائے پی لیجئے گا۔ یہ کہہ کر وہ ہوا کے جھونکے کی طرح باہر نکل گئی۔ اور شبانہ نے سکون کی گہری سانس لی۔ ... لیکن منصور کسی سوچ میں گم تھے شبانہ نے ایک نظر اُن کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر چائے بنانے لگی۔ پھر چائے کا کپ لے کر منصور کے قریب آئی۔ اور مسکرا کر بولی۔ آپ کس سوچ میں گم ہیں چائے لیجئے! منصور نے اس کو بغور دیکھا اور کافی دیر تک دیکھتے رہے پھر دھیمے لہجے میں بولے۔ گل کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ اچھا نہیں ہوا! یہ سُن کر شبانہ کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ اور وہ آپ کو اِن کے آنسو دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی ہے۔ منصور نے چائے کا گھونٹ لے کر

کہا، دُکھ تو ہوگا ہی۔ گگی تو بے قصور ہے یہ صرف انکی حضور یا بابا حضور کی ہٹ دھرمی سے اُن کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے اُن کی مرضی بھی نہ ہو۔ شبانہ منصور کو گگی کے لئے فکر مند دیکھ کر جل گئی۔ اُن کا دھیان ہٹانے کے لئے وہ اُن کے قریب بیٹھ گئی اور اُن کے شانے سے سر لگا کر بولی۔ آپ جیسے سمارٹ شخص کو کون ساتھی بنانا پسند نہ کرے گا۔ سہیلیاں مجھے پتھر دِل کہتی تھیں لیکن میں نہ جانتی تھی میں جو کبھی محبت جیسی چیز کا مذاق اُڑایا کرتی تھی۔ آج اُسی محبت کے جال میں ایسی پھنسی ہوں کہ لاکھ پھڑ پھڑاؤں لیکن آزاد نہ ہو پاتی منصور نے پیالی تپائی پر رکھ کر اس کا شانہ تھپک کر کہا، یہی ہمارا حال ہے۔ تمہاری شوخ اداؤں نے ہمارا دِل زخمی کر دیا ہے۔ اس زخمی دِل کے لئے تمہاری محبت ہی مرہم کا کام کر سکتی ہے۔ شبانہ نے بھرائے لہجے میں کہا، میرا دِل ہر وقت ڈرتا ہے۔ کہیں شادی کے بعد آپ گگی کے ہو گئے تو میرا کیا ہوگا۔ میرے لئے صرف خود کشی کے علاوہ پھر کوئی راستہ نہ رہ جائے گا۔ منصور نے اُس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ نہ۔ نہ ایسی بات مت کہو ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ تم ضرور ہماری شریکِ حیات بنو گی۔ گگی محل کی ملکہ ہوگی۔ تو تم ہمارے دِل کی ملکہ ہو گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اُس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اُس کے بالوں میں مُنہ چھپا لیا۔

گگی اپنے کمرے میں مسہری پر لیٹی ہوئی ہچکیوں سے رو رہی تھی
اُس کے گلابی کور والے دونوں تکیے تقریباً بھیگ چکے تھے۔ لیکن
آنسوؤں کی برسات تھمنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ اچانک کمرے میں
نادرہ خانم داخل ہوئیں پھر لپک کر بیٹی کے قریب آئیں اور بوکھلا کر
بولیں۔ گگی میری جان کیا بات ہے ؟ تم کیوں رو رہی ہو! پھر اُس
کے قریب بیٹھ گئیں۔ گگی نے بے اختیار اپنا سر ماں کی گود میں ڈال
دیا۔ اور اُس کی ہچکیاں تیز ہو گئیں۔ نادرہ خانم بُری طرح گھبرا گئیں
اے میری بچّی کچھ بول تو کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے۔ کیا کچھ
طبیعت خراب ہے۔ ؟ گگی بھرائی آواز میں بولی ”امی جان آپ یہ
شادی رکوا دیجیے ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی۔۔۔۔ اور نادرہ خانم
یوں اُچھلیں گویا بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اللہ کا نام لو بیٹی۔ یہ کیا

بدشگونی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہاری چھمی حضور نے سُن لیا۔ تو اُن کو کتنا دُکھ ہوگا۔ اور پھر تمہاری زبان پر یہ بات آئی کیوں۔ اِس کا سبب بتاؤ۔ اگل نے سِسکی لے کر کہا، امی جان وہ شبانہ کو لپسند کرتے ہیں۔ یہ شادی نہیں بربادی ہے۔ چھمی حضور کو سمجھا لیجئے! یہ سُن کر نادرہ خانم سناٹے میں آگئیں۔ شبانہ کا نام سُنتے ہی اُن کا دل سہم گیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتی تھیں۔ شبانہ ہر وہ بات جانتی ہے۔ جس سے مرد کا دل لبھایا جاتا ہے۔ آج کل کا ہر فیشن اپنا کر خود کو خوبصورت بنانے میں ماہر ہے۔ پھر بی اے تک تعلیم ہے۔ اُن کی گگل میٹرک پاس اور شرم و حیا کی پتلی وہ کیا جانے مرد کیسی اداؤں پر مرتا ہے۔ اور مرد کو اپنانے کے لئے کیا کیا اداییں اپنانی پڑتی ہیں۔ اُن کو سوچ میں گُم دیکھ کر گگل روتے روتے چُپ ہوگئی۔ پھر اِن سے چمٹ کر بولی امی جان آپ نے مجھے بھی زیادہ تعلیم کیوں نہ دلوائی تھی۔ منصور بھائی تو انگلینڈ ریٹرن ہیں۔ وہ کب مجھ جیسی جاہل کو پسند کریں گے؟ نادرہ خانم نے اُس کی نازک پیشانی چوم کر کہا، میری لالی تو فکر نہ کر شادی کے بعد منصور خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ تیرا اور شبانہ کا کیا مقابلہ، میری بیٹی تو چاند ہے۔ اگر تعلیم کم ہے تو کیا ہوا۔ تمہیں کوئی نوکری تو کرنی نہیں ہے۔ تم ریاست کی ملکہ بننے والی ہو۔ تمہاری خوش نصیبی پہ چاند ستارے بھی رشک کریں گے۔ گگل اپنی امی کی باتیں سُن کر طنزیہ انداز میں مسکرا دی، خوش نصیبی پہ یا بدنصیبی پر،

صبح کا سہانا وقت تھا محل کے باغیچے میں پرندے چہچہاتے پھر رہے ننھے رنگ برنگے پھول ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے۔ بہار کا موسم تھا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا ایسے سہانے وقت میں گل ہر گلاب کے پودوں کے قریب کھڑی ادھ کھلی کلیاں توڑ رہی تھی اس کے دوپٹہ میں کافی کلیاں جمع ہو گئیں تھیں اور ایک بہت بڑی کلی اُس کے لہراتے بالوں میں اٹکی۔ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اُس کے لمبے ریشمیں بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ کلیاں چننے میں مصروف تھی ایسے میں کوئی دبے قدموں وہاں آیا۔ لیکن اس کی محویت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اچانک ایک بھاری سی آواز اُبھری۔ یہ آپ کلیاں ہی کیوں توڑ رہی ہیں۔ اتنے پھول بھی تو ہیں۔ کچھ وہ بھی لے لیں۔ آواز سُن کر وہ چونک پڑی۔ نظریں اُٹھائیں تو سامنے منصور گاؤن پہنے کھڑے تھے اور اُن کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ گل نے جلدی سے اپنا آنچل سمیٹ لیا۔ پھر دھیمی آواز میں بولی مجھے پھول پسند نہیں۔ یہ کلیاں ہی پسند ہیں۔ منصور نے اس کے سراپا پر ایک گہری نظر ڈالی۔ اور بے اختیار بولے۔ آپ برا نہ مانیں تو ہم کہہ دیں۔ کہ آپ بہت خوبصورت ہیں بالکل گلاب کی کلی کے مانند۔ گل کی نظریں جھک گئیں۔ اور وہ تلخی سے بولی۔ یہ باتیں آپ شبانہ باجی کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ میں جاہل گنوار اس قابل نہیں! یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلی گئی اور منصور دیر تک اُس سمت دیکھتے رہے۔ جدھر گل گئی تھی

ندیم مسکراتا ہوا گل کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور شرارتی لہجے میں بولا۔ "کیوں گلاب کی کلی کیا کر رہی ہو۔" گل نے سر اٹھا کر ندیم کو دیکھا پھر مسکرا کر بولی "میں سوچ رہی ہوں آپ دن بہ دن گوبھی کے پھول کیوں بنتے جا رہے ہیں"۔ ندیم اس کے برابر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی کومل ناک دبا کر بولا "اگر اب تم نے مجھے گوبھی کا پھول کہا۔ تو تمہاری یہ ناک کاٹ دوں گا۔" گل نے ہنس کر اس کا ہاتھ ہٹا دیا پھر شرارتی لہجے میں بولی "اچھا وعدہ کرتی ہوں بھابھی کے آنے کے بعد کبھی نہ کہوں گی۔ ورنہ وہ بھی سچ مچ آپ کو گوبھی کا پھول..... ارے ..... لیے۔ اوہ پھر بھول گئی۔ ..... یہ کہہ کر وہ معصوم نظروں سے ندیم کو دیکھنے لگی۔ اور ندیم اس کی معصوم ادا پر مسکرا دیا۔ اس کی مسکراتی نظروں میں پیار کا سمندر لہریں مار رہا تھا۔ اور اس کی پیار بھری نگاہیں گل کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اچانک وہ گھمبیر آواز میں بولا۔ "گل تمہاری بھابھی والی خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی"۔ گل نے گھبرا کر کہا۔ "کیوں۔ کیوں ایسی کیا بات ہو گئی۔ خدا نہ کرے۔ ابھی آپ بوڑھے تو نہیں ہوئے"۔ ندیم رنجیدہ لہجے میں بولا۔ "گل میری قسمت میں خدا نے ناکامی لکھ دی ہے محبت میں۔" گل نے چونک کر اس کو دیکھا پھر ہمدردی سے بولی۔ "آخر وہ کونسی لڑکی ہے جس کو آپ پیار کرتے ہیں۔ اور جو آپ کی نہیں بن سکتی"۔ ندیم نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ "گل وہ لڑکی تمہیں تو ہے

بالکل معصوم و نیک، دُنیا کے مکر و فریب سے بے خبر۔ اپنی معصوم دنیا میں کھوئی رہتی ہے۔ اِس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں اس کو کتنا پیار کرتا ہوں۔ اور خدا کے بعد اگر سجدہ کروں تو اس لڑکی کے سامنے ہو۔ اس دنیا کی مخلوق نہیں معلوم ہوتی! اس کی باتیں سُن کر گُل کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اُف وہ لڑکی ہے یا مصیبت یا تعریفوں کا پلندہ! ندیم نے سنجیدگی سے کہا گُل ایک دن تم کو ضرور اس سے ملاؤں گا۔ تب تم سمجھ لو گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ بھی اسکی تعریف میں کم ہے۔ گُل نے اشتیاق سے کہا۔ تو ندیم بھائی مجھے ملائیے اس لڑکی سے۔ ندیم نے اُداس لہجے میں کہا جب وقت آئے گا۔ تو ضرور ملاؤں گا۔ گُل جس کی اُداسی محسوس کر کے بات بدل کر مسکرائی۔ اچھا ندیم بھائی ایک گلاب کی کلی دو نا۔ ندیم بھی اس کی چالاکی پر مسکرا دیا بہت شرارتی ہو۔ لاؤ دو۔ گُل نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ ہونہہ۔ ایسے نہیں میں خود آپ کے کوٹ میں لگاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھی پھر گلدان میں سے ایک بہت بڑی کلی نکال لائی اور قریب آ کر ندیم کے کوٹ میں لگا دی۔ اور ندیم کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ کھل گئی۔ کیوں جی منصور بھائی کو بھی کبھی کلی پیش کی یا نہیں۔ ہا۔ یہ سُن کر گُل شرما گئی۔ ندیم اُس کا گلابی چہرہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ اچانک گُل سنجیدگی سے بولی، اُن کو تو کھلے ہوئے پھول پسند ہیں! ندیم فوراً ہی سنبھل گیا۔ اور پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔ گُل تم بھی اِن

کی پسند اپنا لو۔ اور جیسا وہ چاہتے ہیں خود کو اسی ماحول میں ڈھال لو۔ مغربی تہذیب کا ان پہ گہرا اثر پڑ چکا ہے۔ ان کو یہاں کی ہر بات میں برائی نظر آتی ہے! گل طنزیہ انداز میں بولی "لیکن شبانہ باجی تو ان کو بہت پسند ہیں" ندیم نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا، "ہاں تم ٹھیک کہتی ہو کوئی پھول سے پیار کرتا ہے۔ کوئی خوشبو سے" گل نے اس کو سنجیدہ دیکھا تو شوخ لہجے میں بولی "ہائے ندیم بھائی آج تو آپ سچ مچ فلسفی لگ رہے ہیں.... بیچ بیچ بے چارے ندیم بھائی کو ایک لڑکی نے کیا کیا بنا دیا آخر کون ہے وہ آفت کی پڑیا" ندیم گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ "اچھا اب چلتا ہوں" اور گل کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چوری پکڑی گئی۔ اس لئے بھاگ رہے ہیں" ندیم اس بھولی لڑکی کی باتوں پر مسکراتا چلا گیا۔

محل کے بڑے کمرے میں اس وقت عالیہ بانو اور نادرہ خانم بیٹھی ہوئی تھیں اور نادرہ خانم کی کہی ہوئی باتیں دہرا رہی تھیں عالیہ بانو کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا جا رہا تھا اُن کی آنکھوں میں قہر کی بجلیاں تڑپ رہی تھیں چند لمحے بعد وہ گرجدار آواز میں بولیں ہم نہیں جانتے تھے کہ منصور اتنے بے شرم ہو سکتے ہیں...... اس لئے ہم اُن کے بابا حضور کو منع کرتے تھے کہ غیر ملک نہ بھیجئے لیکن وہ نہ مانے۔ اب دیکھئے ہمارے ولی عہد کیا تاثر رکھنے والے ہیں اپنی ریاست کو جب ریاست کے مالک ہی مغربی تہذیب میں ڈوبے ہوئے تو رعایا کیونکر بچ سکتی ہے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ریاست کا زوال شروع ہو چکا ہے۔ نادرہ خانم نے لرز کر کہا۔ بھابھی جان ایسا مت کہیئے۔ ا
عالیہ بانو نے متفکر لہجے میں کہا منصور کے بابا حضور کچھ ایسی کاموں

کی وجہ سے پہلے ہی پریشان ہیں۔ اگر منصورہ کی باتوں کا اُن کو علم ہو گیا تو قیامت آجائے گی۔

نادیرہ خانم اداس لہجے میں بولیں لیکن بھابھی جان منصور کے ساتھ شادی کر کے میری گل خوش نہ رہ سکے گی منصور تو شبانہ کو پسند کرتے ہیں! عالیہ بانو پرسکون آواز میں بولیں۔ بھابھی گل ہماری اپنی بیٹی ہے ہماری زندگی میں اس کو کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ آپ بے فکر رہیئے۔ اور شادی کی تیاری شروع کر دیں اب مقررہ تاریخ میں کل پندرہ دن ہی باقی ہیں۔ نادیرہ خانم اُن کے لب و لہجہ سے مطمئن ہو گئیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتی تھیں کہ نواب صاحب اور عالیہ بانو گل کو اپنی اولاد کی طرح ہی پیار کرتے ہیں

گل آرام کرسی پر پڑی ہوئی ننٹنگ کر رہی تھی۔ اچانک کمرے میں ایک قیامت برپا ہو گئی۔ گل نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر بے اختیار مسکرا دی۔ کیونکہ اس کی شوخ و شریر سہیلیاں اندر داخل ہو رہی تھیں۔ یہ چار لڑکیاں تھیں۔ نہایت شوخ رنگوں کے لباس میں ملبوس۔ لڑکیاں گل کی مسہری پر دھم دھم سے کر بیٹھ گئیں۔ گل بدستور اپنی ننٹنگ کرتی رہی۔ اُن چاروں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ پھر نیر زری رنگ کے لباس والی شوخی سے بولی ارے گلاب کی کلی آج کیا ہونٹوں پر ٹیپ لگا رکھا ہے یا دولہا صاحب کو دیکھ کر کچھ نئی ادائیں آگئیں ہیں! گل نے اطمینان

سے کہا۔ مجھے اس وقت بہت کام ہے اس لئے تم لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکتی۔ اس لڑکی نے آنکھیں گھما کر کہا۔ شاید ان کا سوئمبر بنا جا رہا ہے۔ گل نے مسکرا کر جواب دیا، جی ہاں۔ تم کو کیا تکلیف ہے دوسری لڑکی نے ہنس کر کہا۔ اللہ رے بے شرمی تو دیکھو کیسے اترا کر فرما رہی ہیں۔ جی ہاں! لگتا ہے منصور صاحب نے اس کی شرم و حیا چھین کر کسی کنوئیں میں پھینک دی ہے۔ گل کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے ناگواری نیلاہٹ ہوئی لیکن، دوسرے لمحے وہ اکڑ کر بولی،، تم لوگ صاف سن لو۔ میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔ اس لئے تم اپنی سواریاں اٹھاؤ پہلی لڑکی نے مسکین صورت بنا کر پوچھا۔ ریاست کی ہونے والی ملکہ ہم سے کیا قصور ہوا ہے جو یہ سزا دی جا رہی ہے! گل نے پُروقار لہجے میں کہا۔ تم لوگ آٹھ دنوں سے کہاں غائب تھیں؟ تیسری لڑکی نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ اے محترمہ تمہیں تو گھر بیٹھے دولہا مل گیا ہم بے چاریاں تو جگہ جگہ دولہا کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھیں۔ اور شکر ہے کہ ہم چاروں کو بھی دولہا مل گئے ہیں۔ اب ہم پانچوں ایک کشتی کی سوار ہیں یہ سن کر تینوں لڑکیاں اور گل بے ساختہ ہنس پڑیں۔ گل نے شوخ لہجے میں کہا،، تو شہناز ان چاروں صاحبان کا تعارف کراؤ جو تم چڑیلو کے پلے بندھے ہیں اب بے چاروں کی قسمت پھوٹ جائے گی۔ شہناز تیسری لڑکی کا نام تھا۔ اس نے پہلی لڑکی کی طرف دیکھ کر آنکھ سے اشارہ کیا۔ پھر بولی۔ فرزانہ کے پاس ان چاروں کی تصویریں موجود ہیں۔ نیلم

اُن کے نام جانتی ہیں اور نغمہ بہن اُن کے حسب نسب سے واقفیت رکھتی
ہے گگی نے سلائیاں اور اُون تپائی پر رکھ دیا۔ پھر دلچسپی سے بولی"
اچھا۔ تو دکھاؤ وہ تصویریں ذرا میں بھی تو دیکھوں۔ میری سہیلیوں کی
پسند کیسی ہے۔ چوتھی لڑکی نغمہ نے کہا، ایسے نہ دکھائیں گے۔ پہلے تم
اپنے صاحب بہادر سے ملاؤ۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ ہماری گلاب
کی کلی کے قابل ہیں بھی یا صرف جھاڑ کے کانٹے ہیں۔ شہنانہ نے
مصنوعی گھبراہٹ سے کہا۔ اری نغمہ کی بچی گگی کے سامنے اس کے
صاحب کی انسلٹ کر رہی ہے تو سمجھ لے جائے پانی بھی نہیں ملیگا
گگی اس کی چالاکی پر مسکرائی۔ اُوہ بڑی نلایدی ہو تم لوگ! یہ
کہہ کر اُس نے تپائی کی پشت پر لگی بیل دبائی۔ دور کہیں گھنٹی کی
آواز گونجی۔ اور چند لمحوں بعد ہی ایک خادمہ دروازے پہ موجود
تھی۔ گگی نے مسکرا کر کہا۔ دیکھو سوسن یہ چار بھوکی لڑکیاں مجھ
کھانے کو مانگ رہی ہیں۔ ذرا جلدی اِن کے پیٹ بھرنے کا انتظام
کرو ورنہ یہ بھوکوں کی طرح مجھ پر حملہ کر دیں گی۔ سوسن مسکرائی۔ جی
بہت بہتر ہے۔ میں ابھی لائی، اچانک شیرزادہ نے تیزی سے کہا
اے سوسن ذرا آنو کے پکوڑے زیادہ لانا وہ تھا کہ ہم تمہارے لیے
بھی ایک اچھے سے دولہا کا انتظام کر دیں گے۔ سوسن یہ سن کر شرما
گئی۔ گگی نے ہنس کر کہا۔ سوسن تم جاؤ۔ ان لیے چاروں پر آج دولہا
کا بھوت سوار ہے۔ سوسن وہاں سے بھاگ گئی۔ اچانک کمرے میں

عالیہ بانو داخل ہوئیں۔ اور وہ پانچوں ادب سے کھڑی ہو گئیں پھر چاروں لڑکیوں نے نہائیت ادب سے اُن کو سلام کیا۔ عالیہ بانو پر وقار انداز میں مسکرا کر بولیں "جیتی رہو بچیوں بیٹھ جاؤ۔ پھر خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئیں۔ وہ چاروں ایسی معصوم بنی بیٹھیں تھیں گویا مُنہ میں زبان ہی نہیں۔ گل اُن کو کنکھیوں سے دیکھ کر زیر لب مسکرا رہی تھی۔ اچانک عالیہ بانو کی گونجتی آواز سنائی دی۔" بچیوں ہم تم سے یہ کہنے آئے ہیں شادی میں آٹھ روز رہ گئے ہیں۔ کل گل کو مانجھے بیٹھایا جائے گا تم سب کل سے یہیں قیام کرو گی تمہارے والدین کو بھی کل رقعے روانہ کئے جائیں گے۔ اُن سے کہنا آپ لوگوں کی شرکت ہمارے لئے باعث فخر ہو گی۔ فیروزہ نے مودب لہجے میں کہا۔" جی اچھی حضور ہم ضرور کہہ دیں گے۔ اور آپ کے حکم کے مطابق کل صبح ہی ہم تو تخت آ جائیں گے۔ عالیہ بانو مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ ہم یہی کہنے آئے تھے۔ اب تم لوگ آپس میں بات چیت کرو۔ گل نے کھڑے ہو کر کہا جی اچھی حضور آپ بیٹھیے نا! انہوں نے اُس کو پیار بھری نظروں سے دیکھ کر کہا نہیں بیٹی ہم کو بہت کام کرنے ہیں۔ تم اطمینان سے بیٹھو یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔ اور ان چاروں نے اطمینان کی سانس لی نیلم نے مُنہ بسور کر کہا۔ "امی حضور کا رعب دیکھ کر ایسے لگتا ہے بڑے بڑے لرز جاتے ہوں گے لیکن گل کے لئے تو وہ شہد ہیں شہد کیسی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں کاش ہماری ساسیں بھی ایسی نظروں سے دیکھیں۔ گل اُس کی بات سُن

کر شرما گئی۔ نیلم نے اُس کو دیکھ کر شوخی سے کہا۔ اِس وقت تمہارے
بالوں میں لگی کلی۔ اور تمہارے چہرے کے رنگ میں ذرہ بھر فرق نہیں ہے
تبھی تو ہم نے تم کو گلاب کی کلی کا خطاب دیا ہے۔ اب دیکھنا ہے
عالی جناب منصور تم کو کیا خطاب عطا کرتے ہیں! گل نے سوچا اگر میں شرماتی
رہی تو یہ مجھے اُلّو ہی بناتی رہیں گی۔ فوراً ہی مسکرا کر بولی۔ اب تم
اپنے دولہاؤں کی تصویر دکھاؤ۔ شہناز نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا
فیروزہ نکالو فوٹو۔ بےچاری دیکھتے ہی جل جائے گی۔ فیروزہ نے بڑی
سنجیدگی سے پرس کھول کر ایک تصویر نکالی۔ اور پلٹ کر گل کی طرف
بڑھا دی۔ گل نے لپک کر تصویر تھام لی۔ پھر تصویر سیدھی کی تو اُس
کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ تصویر میں چار گدھے گھاس
چرتے نظر آ رہے تھے تصویر دیکھتے ہی اُسے ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ اُس کی
ہنسی تیز ہوتی گئی۔ ہنستے ہنستے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بے اختیار
آرام کرسی پر گر گئی لیکن وہ چاروں بڑی سنجیدگی سے بیٹھی تھیں۔ چہروں
پر مصنوعی غصے کے آثار نظر آ رہے تھے ..... اچانک گل نے اُن کو گھور
کر کہا۔ کیوں یہی ہیں تمہارے دولہا؟ نعیمہ نے معصومیت سے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ گل پھر ہنس پڑی۔ آج پتہ چلا! تم چاروں ذرا سا کی گدھیاں ہو۔
ویسے ماشاء اللہ چاروں گدھے بھی بانکے جوان لگ رہے ہیں۔ خدا تم چاروں
کی جوڑی سلامت رکھے۔ شہناز نے منہ بسورا۔ خوب مذاق اُڑا لو۔ لیکن ہم
اپنے دولہاؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ بڑی مشکل سے تو اتنے سیدھے گدھے

ملے ہیں۔ ورنہ ایسا نہ مانے ہیں تو گدھے بھی گدھے بن گئے ہیں۔ گل نے مسکرا کر پوچھا۔ اچھا تسلیم ان کے نام تو بتاؤ۔ رفیقہ نے ان تینوں کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔ ان کے نام ہیں عالیجناب رنگی ما نگی، ما منگی، اور رنگی۔ گل نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کر کے تمنّا سے کہا۔ اور تم ان کا حسب نسب بتاؤ۔ تمنّا مسکرا کر بولی۔ حسب نسب سے کیا لینا ہے۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں میرے گھر کے سامنے جو بڑا سا پیڑ ہے۔ رات دن اسی میں بستے ہیں۔ اور ہر وقت میرے گھر کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر جب رات کو نیند نہیں آتی تو ان کی ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز لوری کا کام دیتی ہے۔ اس کی باتیں سن کر گل ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔ وہ چاروں بھی اپنی شرارت پر ہنس رہی تھیں۔ سوسن ٹرالی کھینچتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ تو ہنسی کا طوفان ختم گیا۔ وہ کھانے کا سامان میز پر سجانے لگی۔ اور وہ چاروں بڑی بے تکلفی سے ناشتے پر پل گئیں۔ گل ان کو پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ اس کی یہی چار سہیلیاں تو تھیں جو اس سے سچی محبت کرتی تھیں۔ اس کو کبھی اداس دیکھتیں تو ایسے چٹکلے چھوڑتیں کہ وہ اپنے سب غم بھول جاتی تھی۔ اس وقت وہ اپنی آئندہ زندگی کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ کہ یہ چاروں آ گئیں۔ اور اپنی شرارتوں سے اس کا دل بہلا لیا۔ اس وقت وہ بہت پرسکون محسوس کر رہی تھی۔ آخر دس منٹ بعد وہ لوگ کھا پی کر فارغ ہو گئیں۔ پھر شہنانہ نے گل کا کان کھینچ کر کہا۔ ہاں تو محترمہ

اب جلدی سے اپنے صاحب بہادر کا دیدار کرا دو۔ گل پر پھر اداسی نے حملہ کر دیا۔ انشاء اپنی سہیلیوں کو کیا بتاتی عجب شخص کے ساتھ اُس کی شادی ہو رہی تھی۔ وہ تو پھوپھی زاد بہن کا دیوانہ تھا ......
بے شک وہ اس خوبصورت و معزز انسان کو دیوانہ وار چاہتی تھی لیکن یہ راز آج تک کوئی نہیں جان سکا تھا۔ یہ راز اُس کے علاوہ صرف خدا کو ہی معلوم تھا۔ اس کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر نیلم کو ترس آ گیا۔ شاید تم کو وہاں جاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ تم مجھ کو ان کا کمرہ دکھا دو ہم خود ہی ان سے تعارف حاصل کر لیں گے
گل نے اُن کو ٹالنے کے لئے بہانہ تراشا۔ اس وقت تو شاید وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ فیروزہ شرارت سے مسکرائی۔ کوئی بات نہیں ہم اُن کے کمرے سے ہی نیاز حاصل کر لیں گے۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ گل اب گھبرا گئی۔ کیونکہ اُس کو معلوم تھا منصور کے کمرے میں شبانہ موجود ہے۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ اس کی سہیلیاں اس کی بدنصیبی کا تماشہ دیکھیں لیکن اب اُن کو روکنا بیکار ہی تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ اچھا بابا جاؤ۔ اسی وقت کمرے میں سوسن خالی برتن اُٹھانے آئی...... گل اُس سے مخاطب ہوئی سوسن اُن کو چھوٹے نواب صاحب کے روم میں پہنچا دو۔ یہ کہہ کر وہ کرسی پر دراز ہو گئی۔ اور اس کی سہیلیاں ہنستی مسکراتی سوسن کے ساتھ چلی گئیں۔

رات کو عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گل روزانہ لان میں چہل قدمی
کرتی تھی۔۔۔ آج بھی وہ نماز سے فارغ ہو کر باغیچہ میں آ گئی۔ چودھویں
شب کا چاند آسمان پر اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور
چاندنی کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ گلاب، چنبیلی،
سونیا، رات کی رانی، کرڈمیں اور بے شمار پھول ٹھنڈی ہوا میں
جھوم رہے تھے۔ بڑے بڑے تناور پھلوں والے درخت چاندنی میں نہائے
ہوئے تھے۔ ایسے میں ٹہلتی ہوئی سفید لباس میں گل کوئی بھٹکی ہوئی روح
معلوم ہو رہی تھی۔ بے چین روح۔ کچھ دیر بعد وہ ایک سنگ مرمر
کی بنچ پر بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں چاند پر جمی ہوئی تھیں اور سوچوں
کا ایک طوفان تھا جو اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ کل اس کو ماں نے بٹھایا

جا رہا تھا۔ اُس کو ایک خوف سہمائے دے رہا تھا۔ شبانہ کا خوف وہ سوچ رہی تھی۔ دنیا کہتی ہے اگر محبت پاک اور بے لوث ہو۔ تو ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ آخر میں بھی تو منصور سے بچپن سے پیار کرتی ہوں۔ رات دن اُن کے تصور سے ہی میری تنہائیاں آباد رہتی ہیں۔ ہر وقت ہر لمحے اُن کی ہر ضروریات کا خیال رکھتی ہوں لیکن وہ کبھی مجھ کو ایک دفعہ بھی پیار سے نہ دیکھ سکے۔ نہ میرے پیار کو سمجھ سکے۔ اور نہ کبھی سمجھ سکیں گے۔۔ ایس ایک دن اسی طرح جل جل کر راکھ ہو جاؤں گی۔ پھر یہ راکھ بھی ہوا کے ایک جھونکے سے اُڑ جائے گی۔ پھر منصور ہوں گے اور اُن کی پیاری شبانہ اُن کی اپنی پیار کی دنیا آباد ہو جائے گی۔ یہی سب سوچتے ہوئے اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔ اچانک وہ چونک پڑی۔ اُس کو شانے پر کسی بھاری سی ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ اُس نے منہ موڑ کر پشت پر دیکھا تو منصور اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ گل کو اُن کی یہی مسکراہٹ بے حد پسند تھی۔ گل کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ شوخ لہجے میں بولے معلوم ہوتا ہے آپ کسی فلم کی ریہرسل کر رہی تھیں، یہ آنسو کس کی یاد میں بہائے جا رہے ہیں؟ گل نے منہ پھیر کر اپنے آنچل سے آنکھیں صاف کیں پھر ایک جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ منصور اُس کے سامنے آ گئے۔ اور گمبھیر آواز میں بولے۔ شاید آپ ہم سے بہت ناراض ہیں۔ کبھی دو منٹ پاس نہیں بیٹھتیں کبھی دو لفظ نہیں بولتیں۔ اب چند دن

بعد شادی ہو جائے گی تو کیسے زندگی گزرے گی؟ گل نے نظریں جھکا
کر سرد لہجے میں جواب دیا جیسے اب گزر رہی ہے۔ مجھے تنہائی سے پیار
ہے۔ اللہ آپ کو شبانہ باجی سے، منصور اس کی چوٹ پہ تلملا
گئے۔ آخر آپ بار بار شبانہ کا نام کیوں لیتی ہیں؟ گل نے رکھائی
سے کہا۔ برائے مہربانی میرے راستے سے ہٹ جائیں۔ امی جان
میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ منصور تلخی سے بولے "آپ چاہیں
تو یہ شادی رکوا سکتی ہیں۔ امی حضور آپ کو بہت پیار کرتی ہیں
آپ کا انکار سن کر وہ ضرور شادی رکوا دیں گی! گل نے زہریلے
لہجے میں کہا آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں امی حضور سے سب باتیں
کہلوا چکی ہوں لیکن اس کے بعد بھی وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں! یہ کہہ
کر وہ دوسری سمت مڑ گئی اور تیزی سے پودوں کے پیچھے غائب
ہو گئی۔ اور منصور گم صم کھڑے رہ گئے۔

دوسرے دن سے محل میں مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی
بڑے بڑے افسروں، رئیسوں کی بیگمات آ رہی تھیں، رعایا کے لوگ بھی
کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ساری ریاست میں شادی کی
دھوم مچی ہوئی تھی۔ ہر کوئی خوشیاں منا رہا تھا کیونکہ ان کے ہونے
والے نواب کی شادی تھی۔ آج گل کو مانجھے بٹھایا جا رہا تھا۔ محل کا
سب سے بڑا کمرہ اس رسم کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ گل کی سہیلیوں کے
علاوہ کافی بیگمات جمع تھیں۔ ہر کوئی فیشن و نمائش میں ایک دوسرے پر

سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف تھی ۔ قدسیہ بیگم اور شبانہ بھی بہت خوشدلی سے کام کر رہی تھیں ۔ کیونکہ اُن کو یقین تھا ۔ یہ شادی نہیں ایک کھیل ہے ۔ جو دو زندگیوں کے درمیان کھیلا جا رہا ہے ۔

ندیم اپنے کمرے میں خاموش بیٹھا یہ چہل پہل دیکھ رہا تھا ۔ آج سے اس کی گل کسی اور کی ہو گئی تھی ۔ کافی عرصہ تک وہ خود کو بہلاتا رہا تھا ۔ کہ شاید یہ شادی نہ ہو لیکن اُس کی یہ تمنا دل ہی میں رہ گئی ۔۔ وہ اپنی محبت کی آگ میں خود ہی جلے جا رہا تھا ۔ محل کے کسی فرد کو معلوم نہ تھا کہ محل کے ہر حصے میں قہقہے بکھیرنے والا تنہائی میں کس طرح سسکتا ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا یہ لاپرواہ شرارتی نوجوان کسی کو سنجیدگی سے پیار بھی کر سکتا ہے ۔ سب اس کو کھلنڈرا اور شرارتی سمجھتے تھے ۔ اُس کے دل میں جھانکنے کی ضرورت کسی نے محسوس نہ کی ۔ گل نے بھی کبھی نہیں ! جس کو وہ اپنی روح کی گہرائیوں سے پیار کرتا تھا ۔ اس وقت وہ گل کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہا تھا ۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ منصور کو تو اُس کی بے باک بہن نے اپنا بنا لیا ہے ۔ خود منصور بھی اس کو بہت پسند کرتے تھے ۔ اور گل جو معصوم اور بے قصور تھی جانے اس کا کیا ہو گا ۔ منصور کے خیالات جان کر وہ اندازہ لگا چکا تھا ۔ کہ مغربی تہذیب نے اُن سے اچھے برے کی تمیز بھی چھین لی ہے ۔ اب وہ اس شادی کے بعد دوسری شادی کرنے کے لئے تیار تھے ۔ اور گل کے لئے یہ موت سے زیادہ بھیانک

بنرا تھی۔ ندیم کا بس چلتا تو وہ گل کو ایسی جگہ لے جاتا۔ جہاں یہ رسم و رواج
قید و بند اور حکمرانی کا پہرہ نہ ہوتا کتنے پیار سے وہ اِس کو گلاب کی
کلی کہتا تھا۔ حقیقت میں وہ کلی کی طرح نازک اور مقدّس تھی۔
لیکن دُنیا کے اِس چمن میں کچھ ایسی بھی کلیاں ہوتی ہیں جو کھلے بغیر
ہی مُرجھا جاتی ہیں۔ اِس کلی کے لئے کاتبِ تقدیر نے کیا لکھا تھا۔
یہ تو کسی کو بھی نہیں معلوم تھا۔ ہر کوئی اِس کے انجام سے انجان تھا جہاں
کلی ہوتی ہے۔ وہاں کانٹوں کا وجود بھی لازمی ہے۔ اور یہاں کانٹے کے
رُوپ میں شبانہ موجود تھی۔ اس نازک کلی کو زخمی کرنے کے لئے
ندیم انہی سوچوں میں گُم تھا۔ کہ کمرے میں منصور داخل ہوئے۔ اور اُس
کو اُداس دیکھ کر بولے، ندیم کیا بات ہے۔ تم تو بہت اُداس نظر آ
رہے ہو۔ ندیم نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ہاں منصور بھائی میں
اداس ہوں اور یہ سوچ رہا ہوں کہ شادی کے بعد گل کے ساتھ آپ کا
برتاؤ کیسا ہوگا۔ کیا یہی ہوگا۔ کہ آپ شبانہ کے ساتھ قہقہے لگائیں گے
اور وہ معصوم من ہی من میں سلگتی رہے گی۔

منصور نے اُس کو گہری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ تم کو گل سے بہت
زیادہ ہمدردی ہے۔ ندیم کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ بکھر گئی۔ جی
ہاں مجھے اُس سے بہت پیار ہے۔ آخر وہ ہمارا ہی خون ہے۔ ہمارے
ماموں کی اولاد ہے۔ پھر معصوم اتنی ہے کہ دشمن بھی پیار کرنے پر مجبور
ہو جائے۔ لیکن پتہ نہیں آپ کیوں اِس سے نفرت کرتے ہیں۔ منصور

اس کی بات سُن کر مسکرائے۔ تم سے کس نے کہا ہم کو گل سے نفرت ہے
ہمیں اُن کے رہن سہن سے نفرت ہے۔ اگر وہ آج ہی خود کو بدل
ڈالیں تو ہم اُن کو بھی اتنا ہی پیار کریں جتنا شبانہ سے کرتے ہیں
اچانک ندیم شرارت کے موڈ میں آگیا۔ اچھا منصور بھائی یہ بتایئے
آپ کے پاس کتنے دل ہیں۔ منصور اس کے سوال پر بے ساختہ
ہنس پڑے۔ ندیم ہم سمجھ رہے ہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ لیکن یار ہماری سمجھ
میں خود نہیں آتا کہ پیار تو ہم کو شبانہ سے ہے اور ہمدردی
گل سے آخر یہ بات کیا ہے تم تو نفسیات میں ایم اے کر چکے ہو۔ ذرا ہم
کو سمجھاؤ۔ ندیم نے نہائت سنجیدگی سے کہا "منصور بھائی آپ برا نہ
مانیں تو میں کہہ دوں کہ حقیقت میں محبت آپ کو گل سے ہے۔ لیکن
مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آرہی ہے اس محبت کو دفن کرنے میں میری
بہن کا ہاتھ ہے۔ شبانہ سے آپ کا پیار صرف فلرٹیشن یا وقتی
عشق ہے۔ چند دنوں یا چند مہینوں میں آپ کو خود احساس ہو جائیگا
منصور نے مسکرا کر کہا۔ ندیم تم تو کافی اچھا بول لیتے ہو۔ ویسے تم یقین
کرو ہم شبانہ کو سچے دل سے پیار کرتے ہیں۔ اور جلد ہی اس سے
شادی کر لیں گے۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ ہم تمہاری بہن سے کھیل
رہے ہیں۔ اگر ایسا سوچتے ہو تو یہ غلط ہے۔ ندیم نے عجیب سے لہجے
میں کہا "اور گل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے"۔ منصور اس کے سوال
پر چند لمحوں کے لئے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر سنجیدگی سے بولے۔"

دیکھو ندیم ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گل بھی نہیں چاہتی تھیں۔ کہ
یہ شادی ہو کیونکہ جب بھی ہم نے ان سے کچھ بات کرنی چاہی
وہ ہمیشہ لاپرواہی سے ٹھکرا کر چل دیں۔ اور اُن کی انہی باتوں نے
ہم کو ان سے متنفر کیا ہے۔ ندیم اُن کی بات سُن کر طنزیہ انداز
میں مُسکرایا۔ منصور بھائی یہ مشرق ہے یہاں کی عورتوں کا زیور
ان کی فطری شرم و حیا ہے اور گل کے پاس یہ چیزیں موجود ہیں
اگر وہ آپ سے بات نہیں کرتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آپ کو
پسند نہیں کرتی۔ میرا جہاں تک اندازہ ہے وہ آپ کو پیار ہی نہیں
کرتی۔ بلکہ پوجتی ہے منصور نے بات پلٹنے کی خاطر کہا۔ اچھا چھوڑو
ان باتوں کو یہ بتاؤ تم کب تک شادی کر رہے ہو۔ کوئی لڑکی پسند
کی یا یونہی ادھورے پھر رہے ہو۔ ندیم نے قہقہہ لگا کر کہا منصور
بھائی پہلے آپ تجربے میں کامیاب ہو جائیے پھر میں بھی اپنے متعلق
سوچوں گا۔ منصور بھی اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔

آج مہندی کی رسم پوری ہو رہی تھی۔ گل کے بڑے اہتمام سے مہندی لگائی جا رہی تھی۔ عالیہ بانو بار بار کمرے میں آتیں اور گل کو پیار کرتیں۔ ان دنوں وہ اپنا رعب اپنا وقار سب بھول گئی تھیں۔ ہر کام میں حصہ لے رہی تھیں۔ محل کی آرائش دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی لان کا پتہ پتہ جگمگا رہا تھا۔ گل کی سہیلیاں اس کو گھیرے ہوئے تھیں۔ نیلم کہہ رہی تھی۔ اے گل تمہارے تو مہندی لگ گئی اب ہمارے کب لگے گی ہائے ہمارے دولہا انتظار کی گھڑیاں گزارنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھاس چر رہے ہوں گے۔ اس کی بات سن کر تینوں لڑکیوں کے قہقہے گونج اٹھے۔ گل بھی دھیرے سے ہنس دی..... اچانک فیروزہ نے شرارتی لہجے میں کہا۔ "لیکن میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ نیلم نے اس کو گھور کر دیکھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا!" فیروزہ نے شوخ

انداز میں کہا میں نے اپنے لئے گل سے پھوپھی زاد بھائی ندیم کو پسند کر لیا ہے۔ یہ سن کر شہناز، نغمہ، نیلم ایک لمحے کے لئے حیرت میں رہ گئیں لیکن گل زیرِ لب مسکرا کر سوچ رہی تھی۔ واقعی ندیم بھائی کے لئے فیروزہ بہت اچھی رہتی۔ اگر ندیم بھائی کو کسی دوسری سے محبت نہ ہوتی۔ دوسرے لمحے نیلم فیروزہ پر جھپٹی "ہائے فیروزہ کی بچی تیری جان نکال دوں گی۔ اگر تو نے رنگی کو چھوڑا اتنا سیدھا سادھا گدھا شکل سے ملتا ہے فیروزہ نے مسکرا کر کہا "ہیلو ڈیئر مجبور ہوں۔" کمبخت یہ دل آج ہی دھوکہ دے گیا ہے .... جب میں رنگی صاحب سے دست بستہ معافی مانگ کر تمہاری بہن شبنم کے لئے درخواست کروں گی یہ سن کر نیلم نے اس کے بازو میں زور سے چٹکی کاٹ لی۔ اور فیروزہ چیخی .... ہائے اللہ تم تو ابھی سے گدھی ہونے کا ثبوت دینے لگیں۔! اس نے اپنا بازو دیکھا۔ بازو پر گہرا سرخ نشان ابھر آیا تھا۔ نیلم کچھ کہنے جا رہی تھی کہ اسی لمحے کچھ آفیسرز کی بیگمات گل کو دیکھنے آ گئیں۔ اور یہ لوگ ایک دم سنجیدہ ہو گئیں۔

آخر کار برات کا دن آ گیا نکاح کے بعد اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔ ولی عہد کو۔ پھر چاروں طرف سے مبارک باد کا شور مچ گیا بڑے بڑے آفیسرز اور رئیس معظم نواب صاحب کے قریب [illegible] نواب صاحب تمکنت کے ساتھ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے مبارک باد وصول کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد کھانے کا دور شروع

ہو گیا۔ اتنی اعلیٰ سروس اور اتنے لذیذ کھانے تھے۔ ہر کوئی تعریف کر رہا تھا۔ تقریباً ساری رعایا مدعو تھی ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سبھی سرور نظر آ رہے تھے۔ جمشید حسین اور ندیم وغیرہ ہر ایک کو کھلانے میں پیش پیش تھے۔ پھر نہ جانے کب رات تک رسموں اور رواج کا تانتا لگا رہا۔ گیارہ بجے گل کو حجلہ عروسی میں پہنچایا گیا۔ سب چھوڑ کر چلے گئے۔ اور وہ تنہا آنے والے وقت کے انتظار میں خاموش بیٹھی تھی..... چند منٹ بعد اس کو باہر شیانہ کا قہقہہ سنائی دیا تو وہ سلگ اٹھی۔ پھر منصور کی دبی ہنسی سنائی دی۔ اور ایک سرگوشی ابھری۔ جائیے آپ کی دلہن انتظار کر رہی ہو گی۔ منصور کی آواز ہماری دلہن تم ہو۔ جلد ہی اس کمرے میں آ دوں گی۔ شبانہ کا شوخ قہقہہ گل کو چھلنی کر گیا..... وہ بے اختیار سسکنے لگی۔ چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔ پھر بند ہو گیا۔ بھاری قدموں کی آہٹ سے وہ سہم گئی۔ پرشعور میں حائل نے اپنی سسکیاں دبا لیں اور سر کو کچھ اور جھکا لیا۔ آہٹ مسہری کے قریب آ کر رک گئی۔ اور منصور کی آواز ابھری۔ گل آپ تھک گئیں ہیں۔ اب آرام کیجئے۔ اور ہاں امی حضور نے یہ انگوٹھی دی ہے کہ آپ کو رونمائی میں دے دیں یہ انگوٹھی ریاست کی ملکہ کو پہنائی جاتی ہے۔ مہربانی کر کے اپنا ہاتھ بڑھائیں گل نے اپنا لرزتا حنائی ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ منصور کافی دیر تک ہاتھ کو دیکھتے رہے۔ پھر گھبرا کر تین ہیرے لگی انگوٹھی اس کی بیچ

کی انگلی میں ڈال دی اور پلٹ کر صوفے پر نیم دراز ہو گئے - اور
گل جو کافی دیر سے اپنی سسکیاں روکے ہوئے تھی - یہ وار برداشت
نہ کر سکی - اس کے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی - اور پھر آنکھوں
میں گہرا اندھیرا چھا رہا تھا - چند لمحوں بعد ہی وہ مسہری پر لڑھک
گئی - منصور بے اختیار مسہری کے قریب آ گئے - گل بیٹے! ارے
گل .... گل .... وہ پکارتے رہے - لیکن گل بے ہوش ہو چکی تھی
دو ماہ کے لگے زخموں میں آج مواد ابھر آیا تھا اور ٹیس کی تاب نہ لا
سکی - کمزور سی لڑکی - زخم دینے والا سامنے کھڑا اُسے پکار رہا تھا -
یہ مغربی تہذیب کا متوالا - اس کے نازک سے دل پر کب سے نشتر
لگا رہا تھا - آج تو گویا اس کے ارمانوں کو آگ لگا - ایسی آگ جس
میں نہ جانے گل کو کب تک جلنا تھا - منصور نے جب یہ دیکھا - کہ
سرخ گٹھری میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی تو وہ مسہری پر بیٹھ گئے انہوں
نے آہستہ سے اس کا گھونگھٹ اُٹھایا - گھونگھٹ اُٹھا تو وہ ایک
لمحے کے لئے ساکت رہ گئے - حوروں سے زیادہ مقدس اور پریوں
سے زیادہ حسین تھی اُن کی دلہن لیکن ان کے دل و دماغ پر پشاور
کی کافر اداؤں کا جادو چڑھا ہوا تھا - وہ اس سیدھی سادھی لڑکی
سے کس قدر متاثر ہوتے - انہوں نے اس کی نبض دیکھی - پھر اُٹھ کر تپائی
کے قریب آئے - بلوریں صراحی میں سے گلاس میں پانی نکالا مسہری
کے قریب گئے اور جھک کر پانی کی چند بوندیں گل کے چہرے پر

ٹپکائیں پھر ہاتھ اس کی پیشانی پہ پھیرا۔ چند منٹ بعد ہی گل کی بوجھل آنکھیں کھل گئیں۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ خالی خالی نظروں سے منصور کو دیکھتی رہی اور منصور اس ترحم بھری نظروں سے دیکھتے رہے اچانک وہ چونک پڑی اور گھبرا کر دوپٹہ چہرے تک کھینچ لیا۔ منصور اس کی حرکت پر زیر لب مسکرائے پھر بولے "اب آپ آرام سے سو جائیے آپ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے" یہ کہہ کر وہ واپس صوفے پر آکر بیٹھ گئے۔ کافی دیر بعد گل نے دوپٹہ کی آڑ سے صوفے کی طرف دیکھا منصور نیم دراز کسی سوچ میں گم تھے۔ گل نے ان کی طرف اپنی پشت کر لی اور ریشمیں لحاف منہ تک کھینچ لیا۔

دوسری صبح عالیہ بانو مسکراتی کمرے میں داخل ہوئیں تو چونک پڑیں منصور کمرے سے غائب تھے اور گل بے سدھ پڑی تھی۔ انہوں نے قریب جا کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو بے اختیار اچھل پڑیں کیونکہ گل کو بہت تیز بخار تھا۔ اس کے متورم پپوٹے اور سوکھے ہوئے آنسوؤں کے نشانوں نے ان پر سب اصلیت ظاہر کر دی...... اچانک ان کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے۔ وہ کرخت آواز میں چلائیں۔ سوسن، شامی رحیمن کہاں ہو تم لوگ؟ اچانک سوسن بھاگی ہوئی آئی۔ جی سرکار ان کا تمتمایا چہرہ دیکھ کر سوسن لرز گئی۔ وہ سرد لہجے میں بولیں "اپنے بڑے سرکار کو بلا لو۔ ہم نے یاد کیا ہے! پھر چند لمحوں بعد ہی کمرے ... بس

نادرہ خانم، جمشید حسین، قدسیہ بیگم، اور نواب صاحب موجود تھے
مہمانوں کو ابھی تک کچھ خبر نہ ہو سکی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا
پھر عالیہ بانو کی نظریں اپنے شوہر پر جم گئیں جو غصے سے بری طرح لرز رہے
تھے۔ اُن کی نگاہیں اپنی چہیتی بھتیجی پر لگی ہوئی تھیں۔ نادرہ خانم اپنی لاڈلی
کی حالت دیکھ کر ہی بدحواس ہو گئیں تھیں۔ گل ابھی تک بے ہوش
پڑی تھی۔ اچانک نواب صاحب ہونٹ بھینچ کر بولے، ظلم، بے انتہا ظلم،
ہم اس ناخلف لڑکے کو ابھی شوٹ کر دیں گے۔ اس نے ہماری معصوم
بچی پر اتنا ظلم کیا ہے۔ ہم ابھی بھری محفل میں اس کو شوٹ کر دیں گے
یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھے تو جمشید صاحب راستے میں آ گئے
بھائی صاحب آپ کیا کر رہے ہیں۔ مہمانوں میں بات پھیلی تو کتنی بدنامی
ہو گی۔ خدا کے لئے بھائی صاحب غصہ تھوک دیجئے۔ ہم لوگ خود ہی
منصور سے پوچھ لیں گے۔ آپ بیٹھ جائیے۔ نادرہ خانم نے روتے ہوئے کہا
بھائی صاحب ایسا خیال کبھی دل میں نہ لائیں۔ خدا نہ کرے منصور کو کچھ
ہوا۔ پھر گل کا کیا ہو گا یہ تو سوچیے۔ قدسیہ بیگم نے دخل اندازی کی، ہاں
بھائی صاحب غصے سے کام نہیں چلے گا ہم منصور کو سمجھا لیں گے اس
وقت تو آپ ڈاکٹر سلیم کو فون کر وائیے۔ گل ابھی تک بے ہوش ہے۔
مہمانوں میں کہہ دیا جائے گا شادی کی تھکن سے طبیعت خراب ہو گئی ہے
نواب صاحب خاموشی سے چلے گئے فون کرنے، قدسیہ بیگم بھی مہمانوں
کی دیکھ بھال کے لئے چلی گئیں۔ اُن کے جانے کے بعد عالیہ بانو نے

نرم سے لہجے میں کہا۔ "قدسیہ کو بہت ہمدردی ہے گل سے۔ یہ اُن کی لاڈلی کی کرشمہ سازی ہے جو منصور گل سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ ورنہ گل میں کیا کمی تھی۔" "اور منصور سے تو ہم اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ جمشید صاحب گل کو دیکھ کر بولے، بھابھی جان غصہ نہ کیجئے انشاء اللہ منصور خود ہی سنبھل جائیں گے۔ اگر ہماری گل کی قسمت اچھی ہے تو منصور خود ہی گل کو سمجھ جائیں گے۔ یہ سُن کر عالیہ بانو خاموش ہو گئیں۔ اسی وقت ڈاکٹر تسلیم کی آمد کی اطلاع ملی۔ عالیہ بانو اور نادرہ خانم وہاں سے ہٹ گئیں۔ ڈاکٹر کے ساتھ نواب صاحب بھی آ گئے۔ ڈاکٹر نے خوب اچھی طرح معائنہ کیا۔ پھر بیگ کھول کر انجکشن کی تیاری کرنے لگے۔" انجکشن بازو میں لگا کر انہوں نے کچھ دوائیں لکھیں پھر مسکرا کر بولے۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بخار دماغی اور جسمانی تھکن کی وجہ سے آ گیا ہے۔ ایک دو روز میں آپ کی بہو بیگم ٹھیک ہو جائیں گی۔ یہ سُن کر نواب صاحب نے اطمینان کا سانس لیا۔

شام تک تقریباً سب مہمان رخصت ہو گئے۔ منصور اپنے مخصوص کمرے میں شبانہ سے گفتگو کر رہے تھے۔ شبانہ کہہ رہی تھی "گل کی طبیعت بہت خراب ہے۔ آپ نے اس کو کچھ کہا تھا۔ منصور نے سنجیدگی سے کہا۔ کچھ کہنا تو درکنار ہم نے اُن کو چھوا تک نہیں۔ یہ سُن کر شبانہ حیرت سے رہ گئی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ منصور بڑے دلنشیں انداز میں مسکرائے ہم نے کہا تھا نا کہ ریاست کی ملکہ گل ہو گی۔ اور ہماری ملکہ تم۔ شبانہ

اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ لیکن آخر وہ آپ کی دُلہن تھی۔ اور آپ اس کے شوہر۔ آپ نے یہ سب اچھا نہیں کیا۔ کل رات اُس کے دل پر کیا گزر رہا ہو گی۔ تبھی اس کی حالت اتنی خراب ہو گئی ہے۔ آپ کو اس کا دل نہیں توڑنا چاہیئے تھا۔ منصور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اوہ اس وقت تم کو گل سے بڑی ہمدردی محسوس ہو رہی ہے حیب کہ گل پر صرف تمہاری ہی وجہ سے یہ ظلم ہوا ہے۔ شبانہ نے اس کو گہری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ میں نے آپ سے یہ کب کہا تھا کہ آپ اس کو وہ حق بھی نہ دیں جس کی وہ مستحق ہے۔ اب بتایئے سب لوگ مجھے کیسی نظروں سے دیکھیں گے۔ سب کی نظروں میں حقارت و نفرت جھلکے گی۔ منصور نے مسکرا کر اس کے سر پر ہلکا سا چپت لگایا اچھا ہم بیم صاحب کے حکم کی تعمیل کر دیں گے۔ بس اب تو خوش ہو جاؤ۔ شبانہ مسکرا دی۔ منصور نے اس کو قریب کر لیا۔ اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولے ہم کو تمہارے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔ ہمارے دل میں تمہاری محبت اور بڑھ گئی ہے۔ شبانہ شوخی سے بولی۔ اچھا تو آپ کی محبت میں ابھی گھٹنے بڑھنے کی گنجائش باقی ہے۔ پس تو آپ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ منصور بے ساختہ ہنس پڑے۔ اچانک کمرے میں ایک آواز گونجی ہمارے دلی عہد ہنس رہے ہیں۔ خوب بہت خوب! منصور اور شبانہ چونک پڑے سامنے عالیہ بانو کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن کی قہر برساتی نظریں منصور پر

جمی ہوئی تھیں ۔ اچانک وہ گرجیں منصور ہم نہیں جانتے تھے ۔ تم اتنے گستاخ اور بے شرم ہو۔ تم نے اس معصوم لڑکی سے انتقام لے کر ہمیں اذیت پہنچائی ہے ۔ دوسرے لفظوں میں ہم کو ذلیل کیا ہے ۔ یا منصور بوکھلا گئے ۔ امی حضور ! یہ آپ کیا فرما رہی ہیں ہم آپ کو ذلیل کریں ۔ توبہ ! ہماری یہ جرأت کہاں ۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہو گئی ہے ۔ عالیہ بانو نے ایک نظر شبانہ کو دیکھ کر کہا شبانہ ہم نے ابھی تمہاری گفتگو سنی ہے ۔ لیکن تمہاری ان باتوں سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ تم نے یہ جانتے ہوئے کہ منصور سے گل کمپن سے منسوب ہے اپنا یہ جال پھیلایا ہمیں تم سے نفرت ہو گئی ہے ۔ اور صاف سن لو ہماری زندگی میں تم اس محل میں بہو بن کر نہیں رہ سکتیں ۔ ہماری صرف ایک ہی بہو ہے گل ۔ وہی اب اس محل کی مالکہ ہے ۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں ۔ شبانہ سر جھکائے کھڑی تھی منصور بے چینی سے کبھی ماں کو دیکھتے کبھی شبانہ کو ۔ عالیہ بانو اُن کی بے چینی بھانپ گئیں اور تیکھے لہجے میں بولیں منصور یہ بات ذہن نشین کر لو جب تک ہم گل کو بہو نہ دیکھ لیں گے ۔ تب تک تمہاری صورت نہیں دیکھیں گے ہماری طرف آنے کی کوشش مت کرنا ۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم بڑھائے منصور لپک اُن کے قریب آ گئے ۔ نہیں نہیں امی حضور آپ ہمیں ایسی سزا نہ دیجئے یہ کہہ کر وہ اُن کے قدموں میں جھک گئے ۔ اور بھرائے لہجے میں بولے " امی حضور صرف ایک بار معاف کر دیجئے ہم قسم کھاتے ہیں آئندہ آپ

کو شکائیت کا موقع نہیں دیں گے۔ عالیہ بانو نے سخت لہجے میں کہا:
منصور ہٹ جاؤ ہمارے راستے سے۔ منصور نے اُن کے پیر پکڑ لئے،
نہیں امّی حضور۔ ہم آپ کو یوں نہیں جانے دیں گے ہمیں معاف کر
دیجیئے۔ عالیہ بانو نرم آواز میں بولیں، اچھا ہم معاف کرتے ہیں،
اب تم ہمارے ساتھ چلو۔ منصور نے سر جھکا کر کہا چلیئے امّی حضور۔
پھر وہ دونوں چلے گئے۔ اور شبانہ گہری سانس لے کر صوفے پر گر گئی

~~~~~~~~
~~~~~~~~

عالیہ بانو منصور کے ساتھ گل کے کمرے میں داخل ہوئیں۔۔ گل لیٹی ہوئی تھی سوسن اُس کے قریب کھڑی چائے بنا رہی تھی منصور کو دیکھ کر گل نے کروٹ بدل لی۔ عالیہ بانو کے چہرے پر ممتا بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اس کے قریب آئیں۔ اُس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔" اب کیسی طبیعت ہے بہو۔" گل کی دھیمی آواز سنائی دی " جی حضور آپ فکر نہ کریں۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ آپ تشریف رکھیں! عالیہ بانو مسکرائیں نہیں لال۔ ہم کو مغرب کی نماز پڑھنی ہے۔ اس لئے جا رہے ہیں۔ اور ہاں دیکھو منصور آئے ہیں۔ اُن کو چائے وغیرہ کو پوچھ لینا یہ کہہ کر وہ سوسن کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔ کمرے میں منصور اور گل رہ گئے۔ منصور چند لمحوں تک کچھ سوچتے رہے پھر چائے کی پیالی لے کر گل کے قریب آئے۔ اور جھک کر بولے لیجئے یہ چائے پی لیں ورنہ

ٹھنڈی ہو جائے گی۔ گل نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اور کوئی جواب نہیں دیا منصور نے ہاتھ بڑھا کر اس کی نبض دیکھی "۔ اوہ اب بھی کافی تیز بخار ہے آپ نے دوائی پی یا نہیں؟ لیکن وہ خاموش رہی منصور نے پیالی واپس ٹرے میں رکھ دی۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا دیئے۔ اور اس کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھ کر وہ رنجیدہ ہو گئے۔ اُف۔۔۔ آپ تو رو رہی ہیں دیکھئے ہم آپ سے معافی مانگ رہے ہیں ہم نے آپ پر بہت ظلم کئے ہیں۔ معاف کر دیجئے۔ گل نے آنکھیں کھولیں تو منصور مسکرا دیئے چند لمحے تک گل خاموش رہی پھر سرد آواز میں بولی " آپ میرے مجازی خدا بن چکے ہیں دنیا کی نظر میں لیکن میری نظر میں آپ حقیقت میں شہناز باجی کے ہیں۔ اور میں کبھی ان کا حق چھیننے کی کوشش نہیں کروں گی۔ یہ تو زبردستی کی شادی ہوئی ہے۔ آپ کی مرضی کے خلاف آپ بے فکر رہیئے۔ جلد ہی میں کوشش کروں گی کہ شہناز باجی آپ کی شریک حیات بن جائیں۔ میرا اور آپ کا صرف اتنا ہی تعلق ہے کہ آپ میرے مالک ہیں اور میں کنیز۔ اور یہ بات ہم دونوں کے درمیان ہی رہنی چاہیئے کسی کو نہ معلوم ہو۔ ورنہ میں اپنی جان دے دوں گی۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی منصور گم صم کھڑے تھے۔ پھر دیر بعد وہ چونکے۔ پھر مسہری پر آ کر بیٹھ گئے۔ اور گل کا نازک ہاتھ تھام کر بولے۔ گل آپ بہت بیوقوف ہیں۔ ہم مانتے ہیں ہم نے

آپ کا بہت دل دکھایا ہے لیکن ہم اس کی تلافی کر دیں گے۔ اور آپ بھی دیکھ لیں گی۔ کہ آئندہ آپ کو کوئی شکایت ہم سے نہیں ہو گی اب تو معاف کر دیں ہم کو۔ گل کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ تو یہ سب خوشامد صرف چچی حضور کی زبردستی سے ہو رہی ہے یہ سوچ کر اُس کے دل پر ایک اور زخم کا اضافہ ہو گیا۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔" آپ معافی کا لفظ درمیان میں لا کر مجھے شرمندہ نہ کیجئے مجھے آپ سے کوئی شکائیت نہ تھی اور نہ ہے۔ آپ اطمینان رکھیئے۔ اب چچی حضور کو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکے گا۔ آپ بھی احتیاط رکھیئے گا۔ منصور نے اس ضدی لڑکی کو شوخ نظر دل سے دیکھ کر کہا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے آپ ہماری بیوی ہیں۔ اور بیوی کا فرض ہے وہ شوہر کی ہر بات مانے۔ کیا آپ بھی ہماری بات مانیں گی۔ گل نظریں جھکا کر بولی میں نے کہا نا کہ آپ کا اور میرا تعلق صرف اتنا ہے۔ جتنا مالک اور نوکر کا ہوتا ہے بس اس کے علاوہ نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہو گا منصور سنجیدہ ہو گئے۔ کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟ گل نے رکھائی سے کہا۔ جی ہاں۔ منصور ایک جھٹکے سے اُٹھے اور کمرے سے چلے گئے۔ گل کے خشک لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ دو تین روز میں گل ٹھیک ہو گئی اور اس نے اپنے رویے سے سب پر ظاہر کر دیا۔ جیسے وہ اور منصور بہت خوشی کی زندگی گزار رہے ہیں ماما عالیہ بانو نادرہ خانم، نواب صاحب، جمشید صاحب سب اس تبدیلی پر

بہت مسرور تھے۔ سب کے سامنے گل منصور سے بہت پیار سے بات کرتی۔ اور منصور بھی یہی ظاہر کرتے۔ ندیم بھی اس تبدیلی پر بہت خوش تھا۔ لیکن شبانہ جانتی تھی کہ یہ سب دھوکہ فریب ہے گل آج بھی منصور سے بہت دور تھی۔

ایک شام گل لان میں ٹہل رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گلاب کی کلی تھی۔ بالوں میں بھی دو کلیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسی وقت وہاں ندیم آ گیا۔ اور اس کو دیکھ کر شرارت سے بولا، کیوں میم صاحب، یہ کلی لیے کس کا انتظار کر رہی ہو؟ گل اس کو دیکھ کر مسکرا دی۔ اور جھٹ بولی، آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی! ندیم بے اختیار ہنس پڑا، کہنے دو میں جانتا ہوں منصور بھائی کا انتظار ہو رہا ہے۔ گل اس کی بات سن کر طنزیہ انداز میں مسکرائی پھر منت بھرے لہجے میں بولی۔ ندیم بھائی یہ کلی آپ کے لگا دوں۔! ندیم نے اس کو غور سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ اگر میرے لئے توڑی ہے تو ضرور لگا دو، گل ایک دم ہنس پڑی۔ کلی اس کی قمیض کے کاج میں لگا کر بولی۔ آپ کے علاوہ کس کے لئے کلی توڑوں گی۔ میرے بعد ایک آپ ہی تو کلی کو پسند کرتے ہیں۔ ندیم نے اس کو محبت بھری نظر سے دیکھ کر کہا۔ "گل تم پیاری ہو۔ گل شرما کر بولی، اب آپ بنا رہے ہیں۔ ندیم بھائی۔ ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ پگلی ہو! میں تم سے کوئی بات جھوٹ نہیں کہتا۔ تم بہت اچھی ہو، بہت سویٹ ہو۔ خدا

تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور میری خوشیاں بھی تم کو دے دے تم ہمیشہ مسکراتی رہو۔ یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلا گیا۔ اور گل گم صم سی اسی جانب دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔ خوشیاں اس کے نصیب میں کہاں کلیوں سے کھیلنے والی کانٹوں میں الجھی ہوئی تھی قسمت بھی انسان سے کس کس طرح کھیلتی ہے۔

شب و روز اسی طرح گزر رہے تھے شادی کو دو ماہ ہو چکے تھے۔ گل کو ایک ہی دھن سوار تھی شہناز اور منصور کی شادی رات و دن یہی سوچتی کہ کس طرح بات شروع کی جائے آج بھی وہ آرام کرسی پر دراز یہی سوچ رہی تھی۔ رات کے دس بج رہے تھے اس کی نظریں کھڑکی سے جھانکتے ہوئے چاند پر جمی ہوئی تھیں، چودھویں شب کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چاندنی کی کرنیں کھڑکی سے گزرتے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں، اکتوبر کا مہینہ تھا کافی ٹھنڈ ہو گئی تھی لیکن گل یونہی لاپرواہی سے لیٹی ہوئی تھی بک کے باہر ندیم اور منصور کی باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر چند منٹ بعد ہی منصور نائٹ سوٹ پہنے کمرے میں داخل ہوئے۔ گل کو کرسی پر دیکھ کر چونکے پھر آہستہ قدموں سے اس کے قریب آئے۔ گل آپ یہاں کیوں لیٹی ہیں؟ گل نے آنکھیں جھپکیں۔ پھر ایک نظر ان کو دیکھ کر جھکالیں منصور بے اختیار مسکرا دیئے۔ پھر ذرا جھک کر بولے، کسی خاص مسئلے پر غور ہو رہا ہے؟ گل نے سنجیدگی سے جواب دیا

جی ہاں۔ آپ کا ہی مسئلہ ہے۔ کل میں بھی حضور سے آپ کے متعلق ضرور بات کروں گی منصور نے گھبرا کر کہا۔ ہائے متعلق کس سلسلے میں بات کریں گی۔ کیا خطا ہو گئی ہے ہے۔ گل نے گھمبیر آواز میں کہا۔ آپ کی شکایت نہیں کرنی بلکہ سفارش کرنی ہے۔ آخر شبانہ باجی کب تک انتظار کریں گی۔ اب جلد ہی یہ مبارک کام ہو جائے۔ اس کی بات سن کر منصور بے اختیار پیچھے ہٹ گئے اور گل کے ہونٹوں پہ اک تند تبسم پھیل گیا۔ منصور بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ گل ان کی پریشانی بھانپ گئی۔ اور تسلی آمیز لہجے میں بولی۔ آپ فکر نہ کریں میں سب ٹھیک کر لوں گی آپ سے کوئی باز پرس نہ ہو گی منصور دھیرے دھیرے اس کے قریب آئے۔ اور اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہی رہے۔ گل ان کی نظروں سے گھبرا سی گئی منصور دھیمی آواز میں بولے۔ گل آپ کیا ہیں۔ یہ ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔ گل جلدی سے مسکرائی۔ آپ تو مذاق کرنے لگے اب آرام کیجیے گیارہ بج رہے ہیں منصور نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اپنے مخصوص صوفے کی طرف بڑھ گئے۔ شادی کے بعد سے اس صوفے پہ سو رہے تھے۔ گل بھی اٹھ گئی لائیٹ آف کر کے اس نے ٹیبل لیمپ جلا دیا پھر مسہری پہ لیٹ گئی۔ ... منصور دیر تک اس کو دیکھتے رہے۔ پھر تھک کر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسرے دن گل عالیہ بانو کے کمرے میں داخل ہوئی تو عالیہ بانو
اُسے دیکھ کر مسکرا دیں۔ "آؤ بہو بیگم معلوم ہوتا ہے کوئی ضروری بات کرنی
ہے۔" گل نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ اور اُن کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ پھر
سر جھکا کر سوچنے لگی کس طرح بات شروع کروں۔ اگر چچی حضور کو غصہ آ
گیا تو یہ سوچ کر وہ کانپ گئی۔ لیکن فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ اور عالیہ بانو
کی طرف دیکھا۔ وہ بغور اُس کا معائنہ کر رہی تھیں شفقت سے بولیں
"کہو کیا بات ہے۔ منصور نے کچھ کہا ہے؟" گل نے جھینپ کر کہا "جی
ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ تو دوسرے مسئلے پر بات کرنے آئی ہوں۔"
عالیہ بانو نے اُس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ ہمت کر کے بولی۔ "
چچی حضور آپ نے شاہد بھائی کے متعلق کیا سوچا ہے؟" عالیہ بانو اُس
کے سوال پر چونک پڑیں پھر سنجیدگی سے بولیں "شہناز کے متعلق ہم کیا

سو چپ سے گئے۔ اُن کی والدہ اور بھائی موجود ہیں۔ بالآخر گل نے دبے لہجے میں کہا
چچی حضور مجھے کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ لیکن کہنا ضروری ہے۔ آپ
شبانہ باجی کی شادی اِن سے کر دیجئے۔ اتنا سُن کر عالیہ بانو کا غصہ
اُبھر آیا۔ گل یہ کیا بکواس ہے۔ تمہارے مُنہ سے یہ بات کیونکر نکلی۔ کیا
منصور نے پھر کچھ کہا ہے؟ گل اُن کے غصے سے سہم گئی۔ جی نہیں۔ انہوں
نے تو مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا لیکن مجھ سے شبانہ باجی کا دُکھ دیکھا
نہیں جاتا میں نے سُنا ہے۔ اُنہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ شادی کریں گی
تو اُن سے ورنہ ساری عمر کنواری رہیں گی۔ عالیہ بانو گرجیں۔ ہم یہ
سب باتیں سُننا پسند نہیں کرتے۔ تم کو آخر یہ کیا سُوجھی ہے۔ تم اپنی ہنستی
کھیلتی زندگی میں آگ لگانا چاہتی ہو۔ اب تو منصور بھی کافی سدھر گئے
ہیں۔ نہیں ہم ایسا کبھی نہ ہونے دیں گے چاہے شبانہ ساری عمر کنواری رہے
گل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے۔ کیا اتنے دنوں کا چھپایا
ہوا راز کھول دے جس بات کو راز رکھنے کے لئے اُس نے منصور کو اپنی
جان دینے کی دھمکی دی تھی آج وہی بات اپنی زبان پر لانا پڑ رہی تھی
اُس کو اپنی بے بسی پر بے اختیار رونا آگیا۔ چچی حضور آپ کو آج بتانا ہی
پڑے گا کہ وہ میرے لئے آج تک غیر ہیں میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں
ہے۔ شادی سے پہلے بھی اُنہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم یہ شادی رکوا دو
میں نے امی جان سے کہلوایا بھی تھا لیکن آپ لوگ نہیں مانے۔ وہ مجھ سے
نہیں شبانہ باجی سے پیار کرتے ہیں۔ اگر اُن کی شادی شبانہ باجی

سے نہ ہوئی تو وہ یہ غم نہ سہار سکیں گے، اگر آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں پھپھی حضور تو آپ کو میری قسم اُن کی شادی کی اجازت دے دیجیے یہ کہہ کر وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ عالیہ بانو اپنا غصہ بھول گئیں۔ اُس کو سینے سے لگا کر بولیں ”اگل تم ہماری جان ہو۔ ہم تمہارے تیں ذرا دکھ کی پرچھائی بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے لیکن ہم کو نہیں معلوم تھا کہ یہ شادی تمہارے لئے بربادی بن جائے گی۔ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ منصور تم کو پیار کرنے لگے۔ اور تم دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے ہو۔ لیکن یہ آج ہی معلوم ہوا ہے۔ کہ تم ایسی دلہن ہو جو سہاگن نہ بن سکی ہیں حیرت ہے کہ منصور ہماری ہی اولاد ہے“ اگل اِن سے چمٹ گئی۔ اور بھرائی آواز میں بولی۔ پھپھی حضور آپ تو مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں نا میری بات مان لیجئے۔ میں سچ کہتی ہوں مجھے کوئی دکھ نہ ہوگا۔ شاید شبانہ باجی کو پاکر وہ مجھے بھی کچھ سمجھنے لگیں! عالیہ بانو کی آنکھوں میں آج عمر میں پہلی بار آنسو چھلک آئے۔ وہ رنجیدہ لہجے میں بولی ”آفرین ہے بہو تم پر ہماری نظر سے آج تک کوئی عورت ایسی نہیں گزری جو اپنا شوہر ہنسی خوشی دوسری کو سونپ دے۔ ہم تمہاری زندگی میں سچی مسکراہٹ کے پھول دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر تم اس میں اپنی بھلائی سمجھتی ہو تو ہم تمہارا کہا مان کر منصور کی دوسری شادی کی اجازت دیتے ہیں۔“ اُن کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک کر اگل کے بالوں میں جذب ہو گئے۔ اگل مسرور آواز میں بولی پھپھی حضور آپ کتنی اچھی ہیں مجھے امید نہیں تھی کہ آپ میری بات مانیں

لیں گی۔ اب میں سکون کی سانس لے سکوں گی۔ عالیہ بانو اس کو ممتا بھری نظروں سے دیکھ کر بولیں "تم ہماری بہو ہو۔ اس ریاست اور محل کی ملکہ اگر ہم تمہاری ہی بات نہ مانیں گے۔ تو پھر کس کی مانیں گے؟" گل نے گھبرا کر کہا "نہیں نہیں۔ چچی حضور خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ ہی اس محل اور ریاست کی ملکہ۔ میں تو آپ کی کنیز ہوں۔ مجھے یہ محل یہ ریاست نہیں آپ کا پیار ہی چاہیئے یہی میری زندگی کا سہارا ہے" عالیہ بانو نے بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی۔

شام تک محل میں بات پھیل گئی نادرہ خانم جمشید صاحب اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اپنی بیٹی کی نادانی پر نادرہ خانم آنسو بہا رہی تھیں۔ ندیم الگ پریشان تھا۔ خوش تھیں قدسیہ بیگم اور شبانہ۔ ان کی من کی مرادیں بر آ رہی تھیں سبھی نے گل کو سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہی تین چار دن اسی کش مکش میں گزر گئے۔ منصور خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے لیکن چہرے سے جھلکتی خوشی کی کرنیں نواب صاحب اور عالیہ بانو دیکھ چکی تھیں۔ محل میں دوسری شادی کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ گل اپنی جیت پر بہت خوش تھی۔ نادرہ خانم اور جمشید صاحب اس کی خوشی دیکھ کر سہمے جا رہے تھے۔ ان کی لاڈلی نے اپنی زندگی میں ہی اپنی سوت کا سامان کر لیا تھا۔ اس کا انجام سوچ کر وہ کانپ جاتے تھے۔ عالیہ بانو نے کسی تیاری میں حصہ نہ لیا سب کام گل ہی کروا رہی تھی۔ اور قدسیہ بیگم اس کی بلائیں لیتے نہ تھکتی تھیں۔ شبانہ اس پر فدا تھی۔ گل ان کی مہربانیاں

دیکھ کر دِل ہی دِل میں خوب ہنستی تھی۔ ندیم خاموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ لیکن ایک دن اُس سے ضبط نہ ہو سکا۔ تو اُس نے گل کو پکڑ لیا۔ گل یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ گل مُسکرائی، آپ کو نظر نہیں آ رہا۔ یہ شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں دیکھیئے گا شبانہ باجی دُلہن بن کر کتنی پیاری لگیں گی۔ ندیم نے اِس بے وقوف لڑکی کو بے بسی سے دیکھا۔ یہی تو ہے جس کو اِس نے اپنا سب کچھ سمجھا پھر بھی مُنہ سے کچھ نہ کہا۔ اِس کی نظروں کے سامنے وہ دوسرے کی ہو گئی۔ اور وہ مسکراتا رہا لیکن جب اُسے پتہ چلا کہ منصور گل سے آج بھی اتنا دُور ہے جتنا شادی سے پہلے تھا۔ تو وہ تڑپ گیا۔ اُس نے تو اپنی محبت دبا کر گل کو خوش دیکھنا چاہا تھا لیکن شاید خدا کو اِس کی خوشی منظور نہ تھی اور آج وہی لڑکی اُس کی بہن کو اپنی سوتن بنانے جا رہی تھی۔ ندیم کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر گل ہنس پڑی۔ ندیم بھائی کہاں کھو گئے۔ کیا کسی لڑکی کی یاد آ رہی ہے؟ ندیم نے ٹھنڈی سانس لی۔ ہاں میں سوچ رہا ہوں وہ لڑکی ہے یا پتھر جس پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔ گل نے شوخی سے کہا۔ مجھ سے ملوا دیجیئے۔ پھر یہ میرا فرض ہے کہ اِس پتھر کو موم کر دوں۔ ندیم نے اِس کو تیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اب تو تمہیں جلد ہی اِس سے ملانا پڑے گا۔ تم ذرا اس شادی سے نپٹ لو۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور گل مُسکراتی رہی۔

منصور اپنے کمرے میں لیٹے ہوئے کسی کتاب میں غرق تھے۔ گل

چائے کی ٹرے لے کر داخل ہوئی۔ اور منصور بے ساختہ اُٹھ گئے۔ گل اُن کی گھبراہٹ پہ زیرِ لب مسکرا دی پھر دھیمی آواز میں بولی "چائے پی لیجئے۔"
منصور نے اُس کو سنجیدہ نظروں سے دیکھ کر کہا "آج کل آپ بہت خوش نظر آ رہی ہیں۔" گل نے نظریں جھکا کر کہا "کیا آپ میری خوشی سے جل رہے ہیں۔ میری خوشی میں آپ کی اور تمہارے باجی کی بھی خوشی شامل ہے" منصور اس کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کا جھکا ہوا سر اُٹھا لیا۔ پھر اُس کے گلابی چہرے پہ نظریں جما کر بولے "امی حضور نے ٹھیک ہی کہا تھا ریاست کی ملکہ بننے کے قابل آپ ہی ہیں۔ آج ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔" گل گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اور منہ پھیر کر بولی۔ "بیکار باتوں میں چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ آپ چائے پی لیں" پھر اُس نے قدم اُٹھائے جانے کے لئے لیکن منصور نے اُس کا شانہ تھام لیا۔ اور مسکرا کر بولے "آج پہلی بار آپ سے ایک التجا ہے کہ ہمارے ساتھ چائے پی لیجئے!" گل نے نظریں اُٹھا کر اُن کو دیکھا۔ اس کی نظروں میں جانے کیا تھا کہ منصور کا سر جھک گیا گل زہر خند بولی "میں اس قابل نہیں آپ کے ساتھ چائے پی سکوں۔ معافی چاہتی ہوں" یہ کہہ کر ایک جھٹکے سے باہر نکلی چلی گئی۔

شادی کا دن آگیا۔ تمام بیگمات گل کو حیرت و عزت کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ اور گل مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف تھی۔ عالیہ بانو بھی گل کی خوشامد سے مہمانوں سے گفتگو کر رہی تھیں۔ لیکن اُن کے باوقار چہرے پر پھیلی ناگواری ہر کوئی محسوس کر رہا تھا۔ حجلہ عروسی بھی خود گل نے اپنے ہاتھوں سے سجایا تھا اور شبانہ کو لے جا کر اس سہری پر بٹھا دیا جس سہری پر وہ بھی ایک دن دُلہن بن کر بیٹھی تھی۔ آج وہی سہری پھر آباد تھی۔ گل نے ایک نظر کمرے پر ڈالی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی مسکراہٹ اُبھر آئی۔ وہ باہر نکل آئی۔ ...... ندیم منصور کو لا رہا تھا۔ منصور اُس کو دیکھ کر رُک گئے۔ اُن کی نظریں جھکیں ہوئی تھیں! گل نے اُن کے سراپا کا جائزہ لیا۔ پھر کھنکتی آواز میں بولی۔ آپ تو دُلہن کی طرح شرما رہے

میں چلیئے نا۔ اندر ایہ کہہ کر وہ منصور کو لے کر حجلہ عروس کے قریب آگئی پھر مسکرا کر بولی، چلیئے نا کیا سوچ رہے ہیں یا خدا آپ دونوں کو مبارک کرے یہ سہاگ رات!! اور بے اختیار اس کی ایک سسکی نکل گئی۔ اور وہ تیزی سے بھاگ گئی .... بھاگتی ہوئی عالیہ بانو کے کمرے میں داخل ہوئی .... عالیہ بانو کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھیں۔ اس کو دیکھ کر وہ رک گیئں۔ گل کے ہونٹ مسکرا رہے تھے اور آنکھیں برس رہی تھیں۔ وہ لپک کر عالیہ بانو کے سینے سے لگ گئی۔ اور لرزتی آواز میں بولی۔ چچی حضور میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آج بہت خوش ہوں بہت خوش۔ یہ کہتے ہوئے اس کا سر ان کے شانے پر ڈھلک گیا۔ عالیہ بانو نے اس کو بانہوں میں سنبھال لیا کیونکہ گل بے ہوش ہو چکی تھی۔ وہ رنجیدہ لہجے میں بولیں نادان لڑکی آخر اپنی زندگی میں زہر گھول لیا۔ پھر اس کو نہایت آہستگی سے اپنی مسہری پر لٹا دیا۔ اور مخملی رضائی اس کو اوڑھا دی۔

گل نے اپنے لئے عالیہ بانو کے قریب والا کمرہ اپنے لئے ٹھیک کر لیا۔ اور رات دن ادھر ہی رہتی تھی کبھی کبھی شہباز ہی ادھر آ جاتی تھی لیکن منصور اس کے سامنے نہیں آئے۔ عالیہ بانو نے بھی بیٹے سے بات چیت کم کر دی تھی۔ نواب صاحب نے خاموشی سادھ لی تھی شہباز بے حد خوش تھی لیکن ایک پھانس تھی جو اس کے چبھتی رہتی تھی۔ وہ یہ کہ عالیہ بانو یا نواب صاحب نے اس کو ابھی تک۔ کچھ نہیں پکارا تھا

جب بھی کوئی کام ہوتا بیگم کو آواز ملتی تھی۔ تجوری کی چابیاں ریاست کے تمام کاغذات وغیرہ سب نگی کے پاس ہی تھے۔ اب وہ حقیقت میں ریاست کی مالک بن چکی تھی لیکن سب کچھ ہوتے ہوئے اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی وہ کنواری تھی۔ آج بھی وہ اپنی اسی دنیا میں رہتی تھی ہر صبح کلیاں چننا اپنے والدین اور چچا چچی کی خدمت کرنا محل کی دیکھ بھال ہر چیز کا حساب کتاب اور خدا کی عبادت ... اس کی سونی زندگی دیکھ کر نادرہ خانم برداشت نہ کر پائیں ... اور ایک دن ان کو دل کا دورہ پڑ گیا۔ محل میں ہلچل مچ گئی۔ ڈاکٹر سلیم، ڈاکٹر مہندر، اور ہارٹ کے ماہر سرجن ڈاکٹر صدیقی تینوں مریضہ کے کمرے میں موجود تھے۔ نادرہ خانم کے دو انجکشن لگ چکے تھے ... لیکن خدا کے آگے کس کی چلی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان پر دوسری بار دورہ پڑ گیا۔ یہ دورہ بہت سخت تھا۔ ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تمام جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کی بے نور آنکھیں کمرے میں بھٹک رہی تھیں۔ ڈاکٹر صدیقی نے ان کی نبض دیکھی۔ پھر مایوس لہجے میں بولے ''نواب صاحب اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ نبض ڈوب رہی ہے۔ ہم لوگ باہر جا رہے ہیں۔ آپ خواتین کو بلا لیں ... یہ کہہ کر وہ دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ باہر چلے گئے۔'' دوسرے لمحے ہی عالیہ بانو، نگی، قدسیہ بیگم وغیرہ کمرے میں داخل ہوئے۔ نگی بھاگ کر ان سے چمٹ گئی۔ ''امی جان! میری پیاری!

امّی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی نہیں نہیں! نادرہ خانم کی آنکھیں
ایک لمحے کے لئے چمکنے لگیں۔ اُن کا کانپتا ہاتھ گل کی پشت پر ٹھہر گیا
اور نظریں عالیہ بانو پر جم گئیں... عالیہ بانو اُن کے قریب بیٹھ
گئیں۔ اور بھرائی آواز میں بولیں "بھابھی ہم آپ کی پریشانی
سمجھ گئے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ گل ہماری بہو ہی نہیں ہماری بیٹی
بھی ہے۔ گل ہم کو جان سے زیادہ پیاری ہے۔" نادرہ خانم کی
نظریں منصورہ پر رک گئیں۔ پھر شوہر کی طرف بڑی مشکل سے دیکھا
ان کو ایک ہچکی آئی اور لرزتے ہونٹ ساکت ہو گئے۔ روح جسد
خاکی سے پرواز کر گئی۔ جمشید صاحب بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگے۔ گل تو بے ہوش ہو چکی تھی۔

شام تک نادرہ خانم کو شاہی قبرستان میں دفنا دیا گیا۔ اور
محل میں سناٹا چھا گیا۔ گل عالیہ بانو کی مسہری پر پڑی ہوئی
تھی۔ اور ڈاکٹر سلیم اس کے انجکشن لگا رہے تھے۔ کمرے میں
نواب صاحب اور منصور موجود تھے منصور کی بے چین نظریں گل پر
جمی ہوئی تھیں۔ اُن کو اپنی مرحوم چچی کی التجا بھری نظریں یاد آ
رہی تھیں۔ مرتے دم اُن کی آنکھوں میں کتنی التجائیں تڑپ رہی تھیں
اپنی بیٹی کے لئے منصور نے اسی وقت عہد کر لیا تھا، کہ گل کو اب
کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے بلکہ اس سے والہانہ محبت کا اظہار کر کے
اس کے غم کو بانٹ لیں گے۔ اب اُن کا اولین فرض یہی تھا۔ کہ وہ

گل کی ہر طرح سے دلجوئی کریں، اچانک وہ اپنے خیالات سے چونک پڑے۔ ڈاکٹر اسلیم کہہ رہے تھے۔ ان کی حالت بہت سیریس ہے ان کے سامنے کوئی ایسا تذکرہ نہ کریں جس سے ان کو دماغی صدمہ پہنچے بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ اٹھا کر نواب صاحب کے ساتھ چلے گئے۔ منصور نے اپنی کرسی مسہری کے قریب کر لی۔ پھر اس کا نازک ہاتھ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ اور دھیرے سے بڑبڑائے۔ "گل تم بہت عظیم ہو۔" کمرے میں عالیہ بانو داخل ہوئیں تو منصور نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عالیہ بانو کے چہرے پر غم و اندوہ کی پرچھائیں لرز رہی تھیں۔ وہ دوسری کرسی پر بیٹھ کر گمبھیر آواز میں بولیں۔ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے تھے۔ منصور نے سر جھکا کر ڈاکٹر کی ہدایت دہرا دی، عالیہ بانو نے گل کی جانب دیکھ کر کہا۔ ابھی تک ہوش نہیں آیا۔ منصور نے جواب دیا۔ جی ہاں ڈاکٹر صاحب نے ایک انجکشن لگایا ہے۔ ایک گھنٹے میں ہوش آجائے گا۔ عالیہ بانو کسی سوچ میں ڈوب گئیں۔ اور منصور پھر گل کی جانب دیکھنے لگے۔ چند لمحے بعد عالیہ بانو کی سرد آواز ابھری۔ اب تمہارا گل کے متعلق کیا خیال ہے کتنے دکھ اور ہیں جو گل کو دینے باقی ہیں۔ منصور نے سر جھکا کر ندامت سے کہا۔ "امی حضور اب ہمیں زیادہ شرمندہ نہ کریں ہم آپ کے سامنے عہد کرتے ہیں کہ گل کو آج کے بعد سے کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے یہ ساری دفعہ آپ خود ہی دیکھ لیں گی۔ عالیہ بانو نے ان کو گہری نظروں سے دیکھ کر

طنز کیا۔ تم گل کی دلجوئی کر دگے۔ تو شبانہ کا کیا ہو گا؟ منصور ان کی بات پر جھینپ گئے۔ ان کی نظریں ماں کے آگے سرنگوں ہو گئیں پھر وہ سنجیدہ لہجے میں بولے "امی شبانہ کو تنگ دل نہیں سمجھتے۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ گل کے حقوق کیا ہیں۔ اور ہمارے ہمارے فرائض کیا ہیں۔ عالیہ بانو تلخی سے بولیں "بہت جلد تم کو اپنے فرائض کا احساس ہو رہا ہے لیکن اس کے بعد بھول نہ جانا ورنہ پھر ہم کو کوئی سخت قدم اٹھانا پڑے گا" منصور نے دبے لہجے میں کہا۔ "امی حضور اب آپ کو ہم سے کوئی شکایت نہیں ہو گی" اسی لمحے گل کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اور اس کے لبوں سے نکلا "امی" اس کی دراز پلکیں جھپک رہی تھیں چند سکنڈ بعد ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا پھر اس کی نظریں منصور اور عالیہ بانو پر پڑیں۔ وہ کھوئے انداز میں بڑبڑائی "امی جان، میری امی! پھر اچانک ہی وہ بیٹھ گئی۔ اور مسہری سے اترنے لگی منصور نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ گل نے جھلا کر کہا "چھوڑئیے مجھے میں امی جان کے پاس جاؤں گی" منصور نے نرمی سے کہا "آپ لیٹ جائیے آپ کی طبیعت خراب ہے۔ وہ غصیلے لہجے میں بولی "میری طبیعت خراب نہیں ہے میری امی جان کی طبیعت خراب ہے مجھے ان کے پاس جانے دیجئے" پھر وہ عالیہ بانو سے مخاطب ہوئی "امی حضور آپ ان کو منع کر دیجئے۔ یہ مجھے نہ روکیں۔" عالیہ بانو کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ اٹھ کر مسہری کے قریب آئیں پھر

گل کو سینے سے لگا لیا۔ گل اُن کی ممتا بھری آغوش میں سمٹ گئی! عالیہ بانو نے بھرائی آواز میں کہا۔ "گل بیٹی اب سو جاؤ۔ صبح مِل لینا اپنی امّی جان سے اس وقت وہ سو رہی ہیں۔" اور گل بے ساختہ رو پڑی۔ "اچھی حضور آپ بھی مجھ سے جھوٹ بول رہی ہیں ..... میری امّی تو چلی گئیں وہ مجھ سے رُوٹھ گئیں۔ میں نے اُن کی بات نہیں مانی تھی اس لیے وہ ناراض ہو گئیں۔۔ میں اکیلی کیا کروں گی، میں بھی اپنی امّی کے پاس جاؤں گی" معصوم اس کی سسکیوں سے بے چین ہو رہے تھے! عالیہ بانو نے اس کی پشت تھپک کر کہا۔ "گل تم ہماری بھی تو بیٹی ہو۔ ہم تمہاری ماں ہیں ہمیں ہی اپنی امی کہہ لو۔ لیکن ایسی باتیں نہ کرو۔ ہم سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی۔ اگر تم نے خود کو نہ سنبھالا تو ہم سے یہ غم برداشت نہ ہو سکے گا۔" گل کے آنسو اُن کے سینے میں جذب ہوتے رہے۔ کافی دیر بعد اس کی سسکیاں رُک گئیں۔۔ عالیہ بانو نے اُسے سہارا دے کر مسہری پر بیٹھا دیا۔ پھر مسہری کی پشت میں لگی بیل دبائی۔ چند لمحوں بعد ہی ایک جوان لڑکی داخل ہوئی۔ عالیہ بانو نے حکم دیا۔ "شامی جلدی سے گرم دودھ کا ایک گلاس لے آؤ" شامی اُلٹے قدموں کمرے سے چلی گئی... عالیہ بانو گل کے قریب ہی بیٹھ گئیں، اس کے بکھرے بال سنوار کر بولیں "گل تم تو بہادر ہو۔ ہماری خاطر یہ صدمہ سہہ جاؤ، اور اپنی امی جان کے لیے قرآن پاک پڑھو۔ اور اُن کی روح کو ثواب پہنچاؤ۔ یہی سعادت مند اولاد کا فرض ہے۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ ہے

انسان کو اُس کے کام میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ تم رو ؤگی تو بھابی کی رُوح کو کتنی تکلیف ہو گی۔ ‘‘ اگل نے اُن کی طرف دیکھ کر معصومیت سے کہا ’’ میں اب نہیں رؤوں گی، اور جو آپ کہیں گی۔ اُس پر عمل کروں گی، ‘‘ عالیہ بانو نے اس کی پیشانی چوم لی ’’ جیتی رہو ہمیشہ خوش رہو ‘‘ شامی دودھ لے آئی، تو عالیہ بانو نے اُس کو زبردستی دودھ پلایا۔ منصور احسن میاں خاموش بیٹھے رہے، اگل نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی، یہ بات وہ بھی محسوس کر رہے تھے، دودھ پی کر اگل لیٹ گئی۔ اور دھیمے سے بولی ’’ چچی حضور۔ مجھے نیند آ رہی ہے ‘‘! عالیہ بانو نے اُس کی پیشانی سہلاتے ہوئے کہا ’’ سو جاؤ۔ اور دیکھو آج سے تم ہمیں چچی نہیں امی کہو گی، سمجھ گئیں؟ ‘‘ اگل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اُس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں، چند لمحوں بعد ہی وہ غافل ہو گئی۔ ‘‘

گل ایک ہفتے تک گم سم رہی۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ ٹھیک ہونے لگی
محل کی دیکھ بھال میں بھی دلچسپی لینے لگی۔ اس کو صحیح حالت میں دیکھ کر
سب ہی خوش تھے۔ خاص طور سے عالیہ بانو، نواب صاحب، جمشید صاحب
بہت خوش تھے۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر گل کرسی پر نیم دراز ہو گئی
اور قریب کی میز سے ننٹنگ کا سامان اٹھا کر اس میں مصروف ہو گئی۔ وہ
عالیہ بانو کے لئے سوئیٹر تیار کر رہی تھی۔ عالیہ بانو نے اس لئے اون منگا
دیا تھا۔ کہ اس کا خیال پھر نہ بہک جائے، بڑی مشکل سے تو اس کی حالت
سنبھلی تھی۔ اور اب جب بھی فرصت ہوتی وہ بنائی میں مصروف ہو
جاتی۔ اس وقت بھی اس کو کوئی کام نہ تھا، اس لئے وہ اپنے کام میں
لگ گئی۔ اچانک کمرے میں منصور داخل ہوئے۔ ان کے دونوں
ہاتھوں میں گلاب کی کلیاں تھیں، دبے قدموں قریب آئے، اور

ساری کلیاں اس کی گود میں ڈال دیں۔ گل چونک پڑی اس نے ایک نظر کلیوں پر ڈالی ، پھر حیرت سے منصور کو دیکھنے لگی آج ان کے ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔ جو گل کو بہت پسند تھی ، منصور نے شوخ لہجے میں کہا "کیا دیکھ رہی ہیں یوں گھور گھور کر۔ گل نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں منصور مسکرا کر بولے ، ہم نے سوچا کہ آپ تو اب کلیاں نہیں چنتیں۔ اس لئے ہم نے آپ کا یہ کام اپنے ذمے لے لیا ہے۔ اب روزانہ ہم کلیاں لایا کریں گے۔ ملکہ صاحبہ کے لئے" گل نے کلیاں اپنے دوپٹے میں سمیٹ لیں۔ پھر جھجکتے ہوئے بولی ، بہت بہت شکریہ آپ کا ، آئندہ آپ تکلیف نہ کریں۔ منصور نے شرارت سے کہا ، ہم تو روز یہ تکلیف کریں گے ہم کو کون روک سکتا ہے ، گل کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی۔ اور منصور نے آہستہ سے کہا۔ خدا کا شکر ہے آج کتنے دنوں بعد آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ہے۔ گل خاموشی سے کلیوں سے کھیلتی رہی ، منصور چند لمحے تک اس کو دیکھتے رہے۔ پھر اس کے بالکل قریب آگئے اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر بولے۔ گل تم کب تک ہمارا امتحان لیتی رہو گی ، اب یہ تکلف ہمارے درمیان اچھا نہیں لگتا ، گل نے اپنی آنکھیں موند لیں ، شرم سے چہرہ گلابی ہو گیا ، منصور بے اختیار جھکے لیکن گل نے ایک دم اپنا چہرہ ہٹا لیا ، اور لرزتی آواز میں بولی " مہربانی کر کے آپ یہاں

سے چلے جائیے منصور شوخی سے مسکرائے، گل تم ہماری بیوی ہو — اللہ ہمارے گھر میں آنا کوئی جرم نہیں ہم تو یہیں رہیں گے ہمیں کون یہاں سے نکال سکتا ہے، گل ان کے انداز پر جھنجھلا گئی۔ اور کڑے لہجے میں بولی، اور تو کوئی نہیں شبانہ باجی ضرور نکال سکتی ہیں، منصور بے ساختہ پیچھے ہٹ گئے اور اس کو تیز نظر وں سے دیکھ کر بولے گل تم بار بار شبانہ کا نام کیوں لیتی ہو۔ یہ ہم دونوں کا نجی معاملہ ہے اس میں کسی کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ گل نے زہر خند کہا، "شبانہ باجی کو بھی نہیں ہے۔" منصور جھلا گئے، ہاں کہہ تو دیا کہ کسی کو نہیں ہے! گل سنجیدگی سے بولی، لیکن مجھے تو حق ہے اس معاملے میں بولنے کا۔ اور میں دست بستہ عرض کرتی ہوں۔ کہ آپ مہربانی کر کے چلے جائیں، میرا آپ کا کوئی واسطہ نہیں ہے، منصور تلملا کر اس کے قریب آئے، اور اس کے شانے جھنجھوڑ کر بولے، جب ہمارا تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے تو امی حضور، اور بابا حضور تم کو بہو بیگم کیوں کہتے ہیں تاؤ جواب دو، گل ان کا غصہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے کانپ گئی، پھر سخت لہجے میں بولی، میں ان کی بہو ضرور ہوں کیونکہ انھوں نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی، لیکن آپ کی کچھ بھی نہیں ہوں، کیونکہ یہ شادی آپ کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔ اب تو آپ نے سمجھ لیا ہو گا، منصور نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے لمحے وہ جا چکے تھے۔ گل طنزیہ انداز میں مسکرائی، ہونہہ مجھ پر ترس کھا رہے ہیں، منصور نے

گل کی باتیں ماں سے بیان کر دیں، عالیہ بانو مسکرا کر بولیں، بیٹے وہ نادان ہے تم اُس کی بات کا برا نہ مانو۔ منصور خاموش ہو گئے۔ ایک دن قدسیہ بیگم نے عالیہ بانو کو خبر دی کہ وہ دادی بننے والی ہیں۔ یہ سن کر عالیہ بانو خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔ پھر سارے محل میں خبر پھیل گئی جمشید صاحب نے سنا تو اُن کو خوشی بھی ہوئی، اور رنج بھی۔ آخر اُن کی بیٹی بھی تو پہلی بہو تھی، لیکن وہ اس خوشی سے محروم تھی۔ گل نے جب یہ خبر سنی تو ایک پل کے لئے وہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔اس کے سینے میں کوئی چیز زور سے پھڑپھڑائی اور اُس کے آنسو بے اختیار بہنے لگے۔ آج اُس کو حقیقت میں اپنی محرومی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ مسہری پہ گر کر سسکنے لگی، آنسوؤں سے تکیہ بھیگ گیا۔ اپنی بدنصیبی پر آج وہ دل کھول کر آنسو بہا رہی تھی، اور اُس کے ہونٹ خدا سے شکوہ کر رہے تھے۔ اے خدا۔۔۔ تو نے مجھے کس گناہ کی سزا دی ہے کہ اس دنیا میں پیدا کر کے زندگی دی تھی تو میری تقدیر میں بدنصیبی اور محرومی ہی کیوں لکھ دی، سارے دُکھ میرے لئے ہی وقف کر دیئے تو نے۔۔۔۔۔ اب مجھ میں غم سہنے کی طاقت نہیں، اُٹھا لے مجھے اپنی اس رنگین دنیا سے۔ یہ زندگی مجھے نہیں چاہیئے، مجھے موت دے دے تاکہ موت کی پُرسکون گود میں ہمیشہ کے لئے سو جاؤں۔۔۔۔اور جانے وہ کیا کیا بڑبڑاتی رہی۔ کچھ دیر بعد اُس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ نیند کی دیوی کو اُس پر رحم آگیا۔ اُس نے گل کو اپنی باہوں میں چھپا لیا۔

محل میں ننھے مہمان کے آنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ نادرہ خانم کا انتقال ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے۔ سب ہی رفتہ رفتہ ان کو بھولتے گئے لیکن گل اور جمشید صاحب کا غم آج بھی تازہ تھا۔ عالیہ بانو بھی اپنا غصہ بھول کر شبانہ کی نازبرداری میں مصروف ہو گئیں تھیں۔ لیکن جب اُن کی نظر گل پر پڑتی۔ اُن کو محسوس ہوتا جیسے گل کی آنکھوں کی ویرانی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے، گل کا وہ ہر وقت خیال رکھتی تھیں۔۔ منصور بھی اس کی دلجوئی میں لگے رہتے تھے۔ لیکن گل کو ان کی ہر بات جھوٹ معلوم ہوتی تھی۔ وہ منصور سے بات چیت ضرور کرتی تھی لیکن جب کبھی وہ پیار جتانے کی کوشش کرتے گل فوراً اکھڑ جاتی۔ اور ایسے میں منصور غصے سے دیوانے ہو جاتے لیکن وہ اُن کے غصے کی پرواہ نہیں کرتی تھی۔ اس وقت شبانہ کے کمرے میں ندیم اور گل بیٹھے ہوئے تھے۔ شبانہ بہت خوش نظر آ رہی تھی پہلے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ ندیم کہہ رہا تھا، گل ذرا شبانہ کو دیکھو کتنی موٹی ہو گئی ہے، بالکل فٹ بال کی طرح۔ گل اس کی بات پر مسکرا دی۔ اور شبانہ پر ایک نظر ڈال کر بولی۔ آپ کیوں جل رہے ہیں آپ کا کھا کر تو موٹی نہیں ہوئیں۔ ندیم نے منہ بنا کر کہا، میرا نہیں منصور بھائی کا سہی۔ لیکن اتنا موٹا پا کس کام کا یہ تو بس رات دن آرام کرتی رہتی ہے۔ ایک تم ہو جو کبھی فرصت سے نظر آؤ۔ شبانہ شوخی سے بولی جب گل کے آرام کرنے کے دن آئیں گے تو یہ بھی خوب کام کرو گی

اس کی بات پر گل چپ رہ گئی، اُس کے چہرے پر پھیلی ناگواری شبانہ نے محسوس کر لی تھی۔ ندیم بھی اُس کو دیکھ رہا تھا۔ گل نے اُن کی نظروں سے گھبرا کر کہا، شبانہ باجی آپ بھی بیکار کی باتیں کرنے لگیں۔ کوئی اور بات کیجئے۔ ندیم مسکرا کر بولا، تم ہی کوئی اچھی بات کر دو نا۔ اگل اپنی تلخی بھول کر مسکرائی، اچھا تو یہ بتائیے آپ مجھے اس لڑکی سے کب ملوا رہے ہیں۔ ندیم اس کی بات سُن کر بوکھلا گیا۔ شبانہ نے سوالیہ لہجے میں کہا، کونسی لڑکی ہے؟ گل نے ندیم کو معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا، ندیم بھائی کو ایک لڑکی پسند آگئی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ لڑکی شاید اُن کو پسند نہیں کرتی۔ شبانہ نے پُر شوق لہجے میں کہا، سچ بھائی جان! بتایئے تو وہ کون لڑکی ہے، میں اُس کو ضرور بھابھی بنا لوں گی، بس آپ نام بتا دیجیے۔ ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا، اب نام بتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کی شادی دوسری جگہ ہو چکی ہے، گل نے حیرت سے پوچھا، سچ کہہ رہے ہیں آپ؟ ندیم نے اُس کو گہری نظروں سے دیکھ کر کہا، ہاں گل میں سچ کہہ رہا ہوں، گل کچھ سوچ کر مسکرائی، چلو اچھا ہے اب آپ میری پسند سے شادی کر لیجئے۔ بڑی ہی اچھی لڑکی ہے شوخ و شرارتی بالکل ندیم بھائی کی طرح، شبانہ اشتیاق بھرے لہجے میں بولی، اچھا گل بتاؤ تو کون ہے وہ لڑکی؟ گل نے شوخ انداز میں کہا، میری سہیلی، نیروزہ، شبانہ بے اختیار ہنس پڑی، اداتھی،

غضب لڑکی چنی ہے تم نے، بھائی جان کے لیئے، یہ سیر
ہیں تو وہ سوا سیر" ان کی باتیں سن کر ندیم جھلا رہا تھا۔ آخر
جل کر بولا، "یہ کون محترمہ ہیں۔ ان کا ٹھکانہ فرش پر ہے یا عرش
پر۔ اس کے لہجے پر وہ دونوں ہنس پڑیں..... اسی وقت کمرہ
میں منصور داخل ہوئے اور بولے، اوہ یہاں بڑے قہقہے لگ
رہے ہیں۔ شبانہ مسکرا کر بولی، آپ کیوں جل رہے ہیں۔ آپ
بھی قہقہے لگائیں۔ منصور نے گل کو دیکھ کر کہا ہمارے قہقہے
تو کسی نے قید کر لئے ہیں! ندیم اپنی فطرتی شرارتی لہجے میں بولا
منصور بھائی مجھے تو بتایئے وہ کون صیاد ہے جس نے آپ کے
قہقہے قید کر لئے ہیں۔ منصور گل کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئے،
پھر مسکرا کر بولے مشکل تو یہ ہے ہم اس کا نام نہیں لے سکتے۔ کیونکہ
وہ خود بھی ایک معصوم پرندہ ہے۔ شبانہ اور ندیم سمجھ گئے۔ کہ یہ اشارہ
گل کی طرف ہے لیکن ظاہر نہ ہونے دیا۔ گل بری طرح جھینپ
رہی تھی اس کو منصور کی قربت سے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ جلدی
سے اٹھتے ہوئے بولی۔ اچھا باجی مجھے تو کچھ ضروری کام کرنے ہیں
میں جا رہی ہوں، لیکن منصور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پہ دوبارہ
بٹھا دیا۔ اور تحکم بھرے انداز میں بولے، بیکار باتیں بنانے کی کوئی
ضرورت نہیں ہے، خاموش بیٹھی رہو۔ گل شرم سے پانی ہوگئی
اس کو یہ خیال پریشان کر رہا تھا، کہ ندیم اور شبانہ ان کی بھرپ

پر مسکرا رہے تھے۔ ندیم نے شرارتی لہجے میں کہا "واللہ منصور بھائی اس وقت آپ حقیقتاً ان کے شوہر معلوم ہو رہے ہیں۔ دیکھئے تو بیچاری گل کس بری طرح شرما رہی ہے جیسے نئی دلہن ہو" منصور بھی گل کی حالت پر ہنس پڑا۔ "پتہ نہیں خدا نے ان کے نام ہی ساری دنیا کی شرم کیوں لکھ دی ہے" اشتیاق بڑے انداز سے بولی۔ "آپ بھی اس کو تنگ کئے جا رہے ہیں۔ اب اس کی جان چھوڑیئے" منصور نے مصنوعی غصے سے کہا "کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ ہم نے کب گل کو تنگ کیا ہے" اشتیاق نے منہ بنایا "تو یہ آپ سے بات کرتا کون ہے" منصور نے مسکرا کر کہا "تو کون کہتا ہے بات کرو۔ بات ہم کر تو نہ جائیں گے" ندیم نے اکڑ کر کہا "دیری گڈ" منصور بھائی یہ عورتیں پتہ نہیں ہر وقت کیوں اپنے ناز و نخرے دکھاتی ہیں اپنے کو بہت عقلمند سمجھتی ہیں حالانکہ دنیا کی سب سے زیادہ بیوقوف مخلوق یہی ہے۔ یہ عورت ذات! اچانک گل مسکرا دی "ٹھہر جائیے ندیم بھائی۔ آپ کی شادی ہو جائے پھر پوچھوں گی۔ آپ عقلمند ہیں یا آپ کی بیگم صاحبہ" ندیم نے نہایت برا منہ بنایا "ارے لاحول... ولا... میں نے تو عہد کر لیا ہے میں شادی ہی نہیں کرونگا" اشتیاق نے اس کا مضحکہ اڑایا "انگور کھٹے ہیں" یہ مثال آپ جیسوں کے لئے ہی بنی ہے۔ اس کی بات پر گل بے ساختہ ہنس پڑی منصور اس کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ آج پہلی بار گل ان کے سامنے بے تکلفی سے ہنس رہی تھی۔

گل نے توڑی ہوئی کلیاں دوپٹے میں رکھ لیں۔ اور سب سے بڑی کلی ہاتھ میں لے لی۔ یہ سفید گلاب کی بہت بڑی کلی تھی.... گل اُس کو غور سے دیکھنے لگی۔.... اچانک ایک آواز اُبھری، "گل کیا کر رہی ہو؟" گل نے چونک کر سر اُٹھایا۔ قریب ہی منصور کھڑے تھے۔ گل جھینپ گئی اپنی محویت پر۔ منصور نے مسکرا کر کہا۔ "یہ کلی ہم لے سکتے ہیں؟" گل نے کلی اُن کی جانب بڑھا دی.... منصور نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "ہونہہ ایسے نہیں تم خود لگا دو۔" یہ سن کر گل بوکھلا گئی۔ پھر دھیرے سے بولی۔ "آپ خود لگا لیجئے" منصور اُس کے جواب سے جھلا گئے۔ "پھر ہمیں نہیں چاہیئے۔" یہ کہہ کر وہ واپس جانے لگے۔ گل شش و پنج میں پڑ گئی۔ آخر جلدی سے بولی "اچھا لایئے میں لگا دوں" منصور نے زیر لب مسکرا دیئے اور

رک گئے۔ لیکن اُس کے قریب نہیں آئے۔ گل کو ہی آگے بڑھنا پڑا
پھر اُس نے وہ سفید کلی اُن کی قمیض میں لگادی۔ منصور نے اُس کے
ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں بھینچ لیا اور جذباتی لہجے میں بولے۔ "گل تم
آخر کب تک ہم سے انتقام لیتی رہو گی۔" گل نے سنجیدگی سے جواب
دیا۔ "آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ بھلا میں آپ سے انتقام کیسے لے
سکتی ہوں۔" منصور نے بھرائے لہجے میں کہا۔ "پھر ہم سے اتنی دور کیوں
رہتی ہو۔ کیوں ہمیں جلاتی ہو۔" گل کے چہرے پر زہریلا تبسم اُبھر
آیا۔ "آپ کو اب دوری کا احساس ہو رہا ہے۔ آپ کو وہ سہاگ
رات یاد ہے۔ جب آپ نے کتنی بے دردی سے ایک دُلہن کے
جذبات کو پامال کیا تھا۔ آپ کو تو میں پسند نہیں تھی۔ پھر یہ اب
محبت کیوں بیدار ہو رہی ہے۔ اس کو بیدار ہونے سے پہلے ہی دبا
دیجئے۔ کیونکہ میں آپ کی محبت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی۔ میں ٹھہری
ایک جاہل گنوار۔ ان سوشیل لڑکی میں ان نازک جذبات کو کیا سمجھوں گی
یہ کہہ کر اُس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ منصور
کی اُداس آواز سنائی دی۔ "اچھا ایک بات بتاتی جاؤ۔ کیا تم کو
ہم سے ذرا بھی محبت نہیں ہے۔" اس سوال پر گل نے مڑ کر اُن کی
طرف طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر منہ پھیر کر بولی۔ "اس کا جواب
دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے لئے میرے جواب سے کوئی
فرق نہ پڑے گا۔" یہ کہہ کر وہ تیز قدموں سے چلی گئی۔ اور منصور دیکھتے

نا ہے ۔ اُس دن کے بعد سے منصور بہت اداس رہنے لگے، خاموش اپنے
کمرے میں پڑے رہتے یا پھر باہر چلے جاتے، شبانہ سے بھی بات چیت
بہت کم کر دی تھی، عالیہ بانو حیران تھیں، نواب صاحب پریشان
شبانہ کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایک دم یہ منصور کو کیا ہو گیا ہے
نیلم کو بھی اُن کی حالت پر تعجب تھا۔ لیکن ایک ہستی ایسی بھی
تھی۔ جو منصور کی اس حالات کا سبب جانتی تھی۔ وہ تھی گل۔ یا
اُس کو بھی منصور کی حالت سے بہت دُکھ ہوا لیکن اُس نے اُن کی
دلجوئی نہیں کی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی۔ کہ اگر وہ ذرا بھی پگھلی تو منصور
شبانہ سے لاپرواہ ہو جائیں گے اور شبانہ یہ بات برداشت نہیں
کرے گی، اور محل کا سکون برباد ہو جائے گا۔ ریاست میں بھی چرچے
ہوں گے، بدنامی ہو گی،.... پھر اپنی ضد بھی تھی۔۔ منصور نے اس
کے نازک احساسات کو بُری طرح مجروح کیا تھا۔ اور آج گل اُن کو ٹھکرا
رہی تھی۔ تو اُن کو احساس ہو رہا تھا۔ نفرت کس چیز کا نام ہے اس
وقت بھی گل یہی کچھ سوچ رہی تھی کہ کمرے میں عالیہ بانو کو داخل
ہوتے دیکھ کر وہ اپنے خیالات کی دُنیا سے نکل آئی۔ عالیہ بانو اُس کے
قریب ہی بیٹھ گئیں، اور شفقت سے بولیں، کیا سوچ رہی ہو گل
جلدی سے مسکرائی۔ امی حضور میں آنے والے مہمان کے بارے میں سوچ
رہی تھی۔ کیسا ہو گا وہ! عالیہ بانو اُس کو بغور دیکھ کر بولیں،، تم کو
بہت خوشی ہو رہی ہے، گل نے سادگی سے جواب دیا۔ جی ہاں مجھے

بھی انہیں محل میں سب کو خوشی ہے۔ عالیہ بانو سنجیدگی سے بولیں۔" لیکن ہماری خوشی تب دوبالا ہو جاتی جب تمہاری گود بھرتی۔ کتنا ارمان تھا ہم کو تمہاری اولاد دیکھنے کا۔ لیکن شاید خدا نے ہماری زندگی میں یہ خوشی نہیں لکھی ہے۔ یہ آرزو ہمارے ساتھ ہی جائے گی زندگی کا کیا ٹھیک، پھر ہم تو چراغ سحری ہیں! گل بے قرار ہو گئی۔ امی حضور ایسا نہ کہیئے آپ کے سوا میرا ہے کون۔ آپ لوگوں کے دم سے میری زندگی ہے۔ میں تو ایک پل آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی، عالیہ بانو نے اس کو سینے سے لگا لیا۔ اور متاسفانہ لہجے میں بولیں، بیٹی روؤ نہیں، ہم سے تمہارے آنسو نہیں دیکھے جاتے گل ان کے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی، عالیہ بانو اُس کی پشت تھپکنے لگیں۔ پھر جیسے سنبھل کر بولیں۔ آخر تم نے اپنی زندگی کے متعلق کیا سوچا ہے ہمیں بتاؤ۔ منجھو بھائی صاحب بھی یہی ذکر کر رہے تھے وہ تمہاری طرف سے بہت فکر مند ہیں۔ آخر ۔۔ باپ ہیں تمہارے گل ان کی باتیں سن کر چپ ہو گئی، پھر کافی دیر بعد سر اٹھا کر بولی آپ مجھے اپنی بہو نہیں بیٹی سمجھ لیجئے۔ اور محل کی دیکھ بھال تجوری کی چابیاں شبانہ باجی کے سپرد کر دیجئے۔ میں صرف آپ لوگوں کی خدمت میں زندگی گزار دینا چاہتی ہوں۔! عالیہ بانو نے غصیلی نظروں سے گل کو دیکھا پھر سخت لہجے میں بولیں، گل یہ ہم تمہارے منہ سے کیا سن رہے ہیں ہم تو منصور کی دوسری شادی کے ہی سخت خلاف تھے لیکن

تمہاری ضد کی وجہ سے خاموش ہو گئے لیکن اب تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے، اس محل کی ملکہ ہو اور تم ہی رہو گی تم ہماری بہو ہو۔ ہماری جانشین۔ اب کبھی تمہارے ہونٹوں پہ ایسی بات نہیں آنی چاہیئے آخر منصور سے کب تک روٹھی رہو گی۔ زندگی تم کو اُن کے ساتھ گزارنی ہے ہم لوگ کب تک بیٹھے رہیں گے، کچھ تو عقلمندی سے کام لو۔ اُن کی باتیں سن کر گل سمجھ گئی۔ کہ منصور نے اُس کی شکایت کی ہے۔ اُس کو منصور پر سخت غصہ آیا۔ اور خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتی تھی۔ ...... عالیہ بانو کچھ دیر تک اس کو دیکھتی رہیں۔ پھر اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر بولیں، دیکھو گل ہم تم کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے سمجھا رہے ہیں۔ تم دونوں کی رنجش سے تمہارے ابا جان، تمہارے چچا حضور دونوں بہت پریشان ہیں۔ شبانہ کو دیکھو ہر وقت کیسی خوش رہتی ہے۔ ایک تم ہو کہ اپنی صحت تک بگاڑ لی۔ تمہاری اس ناراضگی سے شبانہ غریب فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ منصور کو اپنا بنا رکھا ہے جیسے تمہارا کوئی واسطہ ہی نہیں منصور سے! ایک تم ہو کہ زندگی کی ہر خوشی سے مُنہ موڑ لینا چاہتی ہو۔ گل خاموشی سے اُن کی نصیحتیں سنتی رہی۔ پھر سر جھکا کر بولی، میں آپ کی ہدائیت پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ عالیہ بانو مسکرائیں۔ شاباش ہمیں تمہاری سعادت مندی سے یہی اُمید ہے! گل مُنہ پھیر کر طنزیہ انداز میں مسکرا دی۔

کمرے میں گل کی سہیلیوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ وہ بار بار اُن کو تنبیہ کر رہی تھی لیکن وہ چاروں اپنی شوخیوں سے باز نہیں آ رہی تھیں۔ ندیم کی شامت نے پکارا جو وہ سیدھا کمرے میں گھس گیا چار اجنبی لڑکیوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ گل اس کو دیکھ کر مسکرائی "اوہ ندیم بھائی آئیے۔ میں آپ کا اپنی سہیلیوں سے تعارف کرا دوں! ندیم گھبرا کر بولا "نہیں نہیں گل میں تو جا رہا ہوں" نغمہ نے شوخ لہجے میں کہا "یہ تو ہمارے گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں، فیروزہ کی اس بات پر ندیم بھنا گیا اور اس کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ شاید آپ گدھوں کے ریوڑ سے تعلق رکھتی ہیں؟ اس کی بات سن کر سب ہنسنے لگیں نغمہ بھی نہائت ڈھٹائی سے ہنس رہی تھی! اچانک گل نے ندیم کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بیٹھا دیا۔ پھر مسکرا کر بولی "یہ نغمہ تو سچ مچ گدھی ہے۔ میں آپ کا باقی تین سے تعارف کرا دوں۔ یہ جو نہائت بھولی نظر آ رہی ہے یہ تسلیم ہے۔ اور وہ جو دیوالہ دل کو دیکھ رہی ہے اُن کا نام شہناز ہے، اور جو سر جھکائے بیٹھی ہے وہ فیروزہ ہے جس کے لئے میں آپ سے کہہ رہی تھی، یہ کہہ کر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی، ندیم بُری طرح بوکھلا گیا۔ اور فیروزہ بے چاری شرم سے لجا رہی تھی، نغمہ پھر بولی،، اور محترم اپنا تعارف تو کرائیے کس ریوڑ سے تعلق رکھتے ہیں؟ ندیم نے جھٹ سے کہا جس ریوڑ سے آپ تعلق رکھتی ہیں۔ نغمہ نے نہائت اطمینان سے کہا میں تو ماشاء اللہ صنفِ نازک سے

تعلق رکھتی ہوں۔ کیا آپ بھی اسی صنف سے تعلق رکھتے ہیں؟" اس کی بات
پر کمرے میں پھر قہقہے گونجنے۔ ندیم جھلا گیا۔ "محترمہ آپ نہایت بدتمیز ہیں"،
ندیم تلملا کر رہ گیا۔ کیونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ یہاں غصے سے کام نہیں
چلے گا۔ یہ لڑکیاں شیطان کی خالائیں ہیں۔ اس لئے اس نے خود کو سنبھالا
پھر مسکرا کر بولا "واہ آپ کی باتیں بھی ایک نخرہ ہیں۔ بہت خوب۔ خود بھی
نغمہ اور باتیں بھی نغمہ۔" نغمہ شوخی سے بولی "اچھا تو پھر کچھ اور سناؤں"
ندیم نے گھبرا کر کہا "جی نہیں، بس کیجئے ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا"
نغمہ مسکرا کر بولی "ہم لوگ کس لئے ہیں۔ آپ کو فوراً ہوش میں لے
آئیں گے کیوں نیلم؟" نیلم نے بڑی سنجیدگی سے گردن ہلا دی۔ ندیم
اس کو تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ نیلم نے شرارتی لہجے میں کہا "ارے
گل تمہارے ندیم بھائی کو غصہ آ رہا ہے۔ ایک گلاس ٹھنڈا پانی منگاؤ"
ندیم زیر لب بڑبڑایا۔ "یہاں تو سب ہی بادل گئی ہیں"۔ شہناز نے اس
کی بڑبڑاہٹ سن لی پھر وہ سنجیدگی سے بولی "اچھا بھئی اب شرارت
ختم کرو۔ ہاں ندیم بھائی تم آپ یہ بتائیے کہ آپ ہماری فرزی سے شادی
کریں گے؟" ندیم نہایت گھمبیر لہجے میں بولا "جی ہاں۔ راضی ہوں"
بشرطیکہ آپ تینوں سالیاں بننے پر راضی ہو جائیں" نغمہ پھر شرارتی لہجے
میں بولی "ہمیں سالیاں بنانے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟" ندیم نے منہ بنا کر
جواب دیا "کم از کم تین نوکرانیاں مفت میں مل جائیں گی۔" گل ان کی باتوں
پر مسکرا رہی تھی۔ فرزانہ بھی خاموشی سے لطف لے رہی تھی۔ اسی

بانو نیلم نے سعادت مندی سے کہا، "اچھا بھئی ہم تو راضی ہیں۔ اب تو آپ کا انکار نہیں ہے!" ندیم اطمینان سے بولا، "جی مجھے کوئی انکار نہیں لیکن اپنی سہیلی کی مرضی تو معلوم کر لیجئے!" شہناز نے مسکرا کر پوچھا، "کیوں فیروزی تم راضی ہو؟" فیروزہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ "میں راضی میرا خدا راضی!" اور اس کا جواب سن کر ندیم سٹپٹا گیا گھبرائی ہوئی نظروں سے گل کی طرف دیکھنے لگا جس کے ہونٹوں پر شوخ مسکراہٹ ناچ رہی تھی، ندیم دھیرے سے بولا، "گل میرا پیچھا چھڑاؤ" نا! نیلم سن کر مسکرائی "جناب ہم نے آپ کا پیچھا نہیں پکڑا ہم نے تو آپ کو پکڑا ہے۔ اور تب تک پکڑے رہیں گے جب تک آپ ہماری فیروزی سے شادی نہیں کر لیتے!" ندیم نے غصیلے لہجے میں کہا، "بے شرمی کی انتہا ہے۔ آپ لوگ ایک شریف آدمی کو اتنی دیر سے پریشان کر رہی ہیں!" ثمر نے اسی کے انداز میں کہا "بے شرمی کی انتہا ہے ایک شریف آدمی بغیر اجازت کمرے میں گھس آئے جہاں شریف خواتین بیٹھی ہوں!" ندیم نے جھلا کر کہا "محترمہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ جیسی شیطان کی خالائیں یہاں موجود ہیں" نیلم نے چھت کی طرف دیکھ کر کہا "شیطان کی کمی تھی سو وہ بھی آ گیا شکر ہے خدا کا۔" باوجود غصے کے ندیم اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا دیا۔ پھر ہاتھ جوڑ کر بولا، "اچھا آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں، اب مجھے چھوڑیئے!" شہناز نے نہایت سنجیدگی

سے کہا۔ آپ تشریف لے جایئے لیکن دُولہا بننے کے لئے تیار رہیئے گا!
ندیم جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور فوراً باہر چلا گیا۔ اور وہ چاروں خوب
زور سے ہنس پڑیں! اُن کی ہنسی کی آواز ندیم تک پہنچی اور وہ جِھنّا گیا

منصور نے کل کے کمرے میں آنا چھوڑ دیا تھا۔ اور زیادہ تر
اپنے کمرے میں رہتے تھے۔ شبانہ تک ان سے ملنے کے لئے ان کے
کمرے میں جاتی تھی۔ ندیم بھی آج ان کے کمرے میں پہنچ گیا۔ منصور
اس کو دیکھ کر مسکرائے۔ آؤ ندیم بیٹھو! ندیم قریب رکھی کرسی
پر بیٹھ گیا۔ اور بولا منصور بھائی آپ نے اس کمرے میں رہنا کیوں
شروع کر دیا۔ شبانہ آپ کی شکایت کر رہی تھی۔ منصور نے سنجیدگی
سے کہا۔ "ہمارا دماغ آجکل بہت پریشان ہے۔ اس لئے سکون سے
رہنے کے لئے ہم نے تنہائی کو اپنا لیا ہے۔ شبانہ کو تو بس نخرے
دکھانا آتے ہیں۔ ہماری تکلیف کا احساس ہی نہیں ہے ان کو۔" ندیم
نے اس کو بغور دیکھ کر کہا! "آخر آپ کو کیا پریشانی ہے۔ کچھ مجھے بھی
بتایئے۔ شاید میں آپ کے کام آسکوں۔" منصور نے پھیکی مسکراہٹ سے

کہا۔" ندیم - اس معاملے میں تم ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہم تو اپنے کیئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ پہلے ہم نے گل کو دُکھ دیئے۔ اب گل ہم سے بدلہ لے رہی ہیں " ندیم نے انجان بن کر پوچھا "کیا بات ہوئی کچھ مجھے بھی تو بتائیے۔" منصور نے ایک گہرا سانس لیا اور بولے ندیم ایک دن تم نے کہا تھا نا۔ ہم کو حقیقت میں محبت گل سے ہے تو میرے دوست آج وہ بات حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گل کے بغیر ہمارا وجود ادھورا ہے۔ ہم گل کی بے رُخی برداشت نہیں کر سکتے " ندیم مُسکرا کر بولا "منصور بھائی آج آپ کی باتیں سُن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے پہلے آپ گل کو کچھ نہیں سمجھتے تھے آج اس کی اہمیت کا احساس ہو رہا ہے" منصور رنجیدہ ہو گئے - " ندیم تم بھی ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو" ندیم ایک دم گھبرا گیا "نہیں نہیں منصور بھائی، خدا کی قسم میں آپ کا مذاق نہیں اُڑا رہا تھا۔ یہ آپ نے کیسے سوچ لیا۔" منصور اُس کی گھبراہٹ پر مُسکرا دیئے، "یار ندیم تم تو ایسے گھبرا رہے ہو جیسے ہم تم کو مار رہے ہیں" ندیم اُن کی بات سُن کر ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی سے بولا "منصور بھائی آپ تو بارہ سال غیر ملک رہے ہیں، اس لئے گل کو بالکل نہیں سمجھ سکے حالانکہ وہ معصوم ہے اتنی ہی ضدی! ایک دفعہ کا قصہ سناؤں، پتہ نہیں کس بات سے ناراض ہو کر گل نے تین دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔" سب خوشامد کر کے تھک گئے آخر ماموں حضور نے اس کو بڑی مشکل

سے ڈانٹ ڈپٹ کر کھلایا تھا۔ وہ بات معمولی سی تھی لیکن یہ بات بہت اہم ہے اس کا ٹھیک ہونا بہت مشکل ہے جب بات کا عہد کر لے اُس کو کبھی نہیں توڑتی اور بڑی ضدی لڑکی ہے! منصور اس کی باتیں سُن کر سوچ میں پڑ گئے۔ ندیم بھی خاموشی سے ان کو دیکھتا رہا۔ اس کو منصور کی حالت پہ بہت رحم آرہا تھا۔ کیونکہ وہ بھی محبت کی تڑپ سے واقف تھا۔ فرق یہ تھا منصور نے اس پہ اپنی محبت ظاہر کر دی تھی لیکن اس کی محبت سینے میں دفن تھی۔ دونوں کی نظر دل کا مرکز ایک ہی پیکر تھا لیکن کتنا معصوم کتنا انجان! گل کچن میں چائے تیار کر رہی تھی سوسن پیالیاں ٹرے میں لگا رہی تھی چند منٹ بعد ایک کیتلی ٹرے میں رکھ کر گل بولی۔ ہاں یہ آپی منصور کے کمرے میں پہنچا دو۔ وہیں سب موجود ہیں۔ پھر آکر اپنے چھوٹے نواب صاحب کے لئے چائے لے جانا سوسن سر ہلا کر چلی گئی۔۔۔ کافی دیر گذر گئی لیکن سوسن واپس نہیں آئی۔ گل جھلا رہی تھی آخر اس نے ٹرے اٹھائی اور کچن سے نکل آئی۔ اس کی نظریں سوسن کو تلاش کر رہی تھیں لیکن نہ وہ نظر آئی نہ آپی!! آخر وہ خود ہی منصور کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے کے باہر ایک لمحے کے لئے وہ رک گئی۔ اس کو اندر جاتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ تقریباً پندرہ بیس روز سے اس نے منصور کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر چائے کا خیال کر کے اندر داخل ہوئی۔۔۔ منصور صوفے پر نیم دراز کسی سوچ میں غرق تھے۔ آہٹ سُن

کر چونک پڑے۔ پھر گل کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ گل نے بڑے
میز پر رکھ دی۔ پھر پیالی میں چائے نکال کر اُس کی طرف بڑھی
اور نظریں جھکا کر بولی۔ "چائے لے لیجیے ورنہ ٹھنڈی ہو جائیگی"
منصور نے پیالی لے لی۔ اور طنزیہ لہجے میں بولے، "آج تم نے کیوں
تکلیف کی۔؟" وہ مسکرائی "سوسن تو امی حضور کے کمرے میں مصروف
ہے، اس لیئے میں لے آئی تکلیف کی کیا بات ہے مجھے تو کام کر کے
خوشی ہوتی ہے۔" منصور نے اس کو ایک نظر دیکھ کر پوچھا۔ "تم نے
بھی لی چائے؟" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت
نہیں ہے" منصور اُس کے جواب پر بھنا گئے۔ "پھر کس کی فکر کریں ہم؟"
گل نے ٹھنڈے لہجے میں کہا، "شبانہ باجی کی فکر کیجیے" اُن کو
اِس وقت آپ کی محبت اور ہمدردی کی ضرورت ہے" منصور غصیلے لہجے
میں بولے، "گل تم خاموش ہو جاؤ۔ شبانہ کا نام لے کر بار بار ہم کو طعنہ
مت دیا کرو۔ تمہاری باتوں نے ہمارے دل میں زخم ڈال دیئے ہیں،
بار بار طنز کر کے ہمیں اور زخمی نہ کرو۔" گل نے پلکیں جھپکا کر کہا "آج
آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے مجھے شروع ہی سے غلط سمجھا ہے
میں کسی کو کیا زخمی کروں گی میں تو خود گھائل ہوں۔ میں تو آپ سے
صرف اتنا چاہتی ہوں کہ محل کے سکون کو برباد نہ کیجیے۔ آپ کی یہ
حالت دیکھ کر سب ہی پریشان ہیں" منصور نے اداسی سے کہا "
ہماری اِس حالت کی ذمےدار تم ہو۔ تم چاہو تو ہم ٹھیک ہو سکتے ہیں"

تم اپنی یہ بے رُخی ترک کر دو۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا! گل تلخی سے
بولی۔ "یہ کیسے سب برباد ہو جائے گا۔ منصور نے حیرت سے پوچھا
تمہارا کیا مطلب ہے ہم سمجھ نہیں سکے۔" گل کی بے رُخی لوٹ آئی۔ "
آپ سمجھ کر کیا کریں گے اگر آج میں آپ کی بات مان لوں۔ تو کل ہی محل
میں ہنگامہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ شبانہ باجی برداشت نہ کر سکیں گی پھر وہ بھی
اپنی میری دشمن بن جائے گی۔ ندیم بھائی کیا سوچیں گے۔ ایک ایسا ماحول
پیدا ہو جائے گا جس میں سوائے نفرت اور حسد کے کچھ نہ ہو گا۔ اور
ان حالات کے چرچے ہوں گے۔ رعایا پر برا اثر پڑے گا۔ اب آپ
ریاست کے حکمران ہیں۔ آپ کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے۔ منصور
نے نہایت ضبط سے اُس کی باتیں سنیں پھر ٹھہرے لہجے میں بولے "گل
تم جو سوچ رہی ہو غلط ہے شبانہ کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔ ہم پر
تمہارا اتنا ہی حق ہے جتنا شبانہ کا۔" "تم سب کے لئے سوچتی ہو کبھی
اپنے لئے بھی تو سوچا کرو۔ اُن کی بات سن کر گل طنزیہ انداز میں مسکرائی
پہلے سوچتی تھی اب چھوڑ دیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے ٹرے اٹھائی۔ اور
جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ منصور اٹھ کر تیزی سے اُس کے قریب آ گئے
اور اس کا راستہ روک کر بولے، گل تم ایسے نہیں جا سکتیں۔ تم اپنے لئے
ہیں تو ہمارے لئے سوچو۔ آخر ہم کب تک تمہارا یہ رویہ برداشت کریں گے
ہم نے مانا تمہارے ساتھ بہت ظلم کیا تھا لیکن تم سے مسلسل پانچ مہینے سے
معافی مانگ رہے ہیں۔ آخر کب تک سزا دیتی رہو گی! گل نے سرد لہجے میں

کہا آپ کو نہیں خود کو سزا دے رہی ہوں۔ نہ میں جاہل گنوار ہوتی۔ نہ
آپ کی نفرت کا نشانہ بنتی۔ سارا قصور میرا ہی تھا۔ اسی لئے خود کو سزا
دے رہی ہوں۔ آپ کو میں نے سزا نہیں انعام دیا ہے۔ شہناز باجی جیسی
شریک حیات دے کر، یہ کہہ کر وہ بائیں طرف سے نکل گئی اور منصور
تلملاتے رہ گئے۔ اس وقت اُن کو شدت سے اپنی توہین کا احساس ہو رہا
تھا۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس ضدی لڑکی کی ضد کیسے توڑیں
پہلے تو اپنی والدہ کی وجہ سے گل میں دلچسپی لینے پر مجبور تھے لیکن اب تو
معاملہ ہی اور تھا۔ وہ اپنے دل کی سرکشی سے مجبور تھے۔ اور گل کو
موم کرنا چاہتے تھے لیکن وہ تو اپنی جگہ ایسی سربلند چٹان تھی جس کی
عظمت پر فرشتے بھی سر جھکائیں۔ رات دن کی سوچ نے منصور کی صحت
پر یہ اثر ڈالا اور سخت بیمار ہو گئے۔ بخار ۱۰۵° تک پہنچ گیا۔ اور
ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اُن کی بیماری سے محل میں ہلچل مچ گئی
نواب صاحب، عالیہ بانو، جمشید صاحب سخت پریشان تھے شہناز
بھی پریشان تھی۔ ڈاکٹر سلیم نے معائنہ کر کے بتایا "زیادہ پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ دماغی ہیجان کی وجہ سے بخار آ گیا ہے
اُن کو کوئی صدمہ پہنچا ہے۔ اور سوچنے کی عادت بھی ہو گئی ہے۔ اسی
لئے بیمار ہو گئے ہیں۔ ان کو تنہا رہنے کا موقع نہ دیں۔ اور بالکل سوچنے
نہ دیا جائے۔ ورنہ ہو سکتا ہے دماغ پہ اثر پڑے" یہ سن کر نواب صاحب
سوچ میں ڈوب گئے جمشید صاحب بھی بے چین نظر آ رہے تھے ڈاکٹر

تسلیم نے اُن کو ایک انجکشن لگایا پھر دوائی وغیرہ لکھ کر چلے گئے۔ عالیہ بانو
اور قدسیہ بیگم کمرے میں آگئیں جمشید صاحب نے اُن کو ساری کیفیت
بتا دی۔ سن کر عالیہ بانو سناٹے میں رہ گئیں، اس وقت اُن کو گل پر
بھی سخت غصہ آیا لیکن کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ مسہری کے قریب
والی کرسی پر بیٹھ گئیں، اور دھیرے دھیرے منصور کے بال سہلانے
لگیں، ان کی نظریں منصور کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، منصور کو
ڈاکٹر نے مارفیا کا انجکشن دیا تھا۔ تاکہ یہ آرام سے سوتے رہیں۔ اور
ہذیانی کیفیت دور ہو جائے، اس وقت وہ گہری نیند سو رہے تھے۔
چہرے پر کافی پیلاہٹ نظر آرہی تھی شیو بھی بڑھا ہوا تھا۔"
نواب صاحب اور جمشید صاحب جا چکے تھے۔ قدسیہ بیگم صوفے پر بیٹھی
ہوئی تھیں اچانک وہ بولیں، ہم نے ایسی ضدی اور مغرور لڑکی آج
تک نہیں دیکھی، پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے، آخر آپ اسے سمجھائیے نا
بھابھی جان، عالیہ بانو نے اُن کو تیز نظروں سے دیکھ کر کہا، ہم اس کو
کئی بار سمجھا چکے ہیں لیکن وہ نہیں مانتی، پھر اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے
ظلم کسی اور نے نہیں ہمارے صاحبزادے نے ہی کیا ہے۔ اس لئے ہم کو
بھی اس سے شرمندگی ہوتی ہے۔ اگر شبانہ عقل سے کام لیتی۔ تو
آج یہ صورت حال نہ ہوتی۔ قدسیہ بیگم اس جملے پر تلملا گئیں۔ بھابھی جان
میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی، عالیہ بانو سرد لہجے میں بولیں، مطلب
بہت سیدھا ہے شبانہ کو معلوم تھا۔ گل بچپن سے ہی منصور سے منسوب

ہے۔ اس کو منصورہ کا خیال بھی تو لانا چاہیئے تھا۔ منصورہ اس کی طرف جُھک بھی رہا ہے تھے تو یہ شبانہ کا فرض تھا کہ وہ منصورہ کو روک دیتی اور خود اس سے دور رہتی لیکن پتہ نہیں گل سے کیا حسد تھا کہ آخر اُس کی زندگی میں زہر گھول ہی دیا ۔ اور اب خود چین کی زندگی بسر کر رہی ہے! قدسیہ بیگم اُن کی صاف باتیں سُن کر سکتے میں رہ گئیں ....
کافی دیر بعد وہ تلخی سے بولیں ، وہ کونسی چین کی زندگی بسر کر رہی ہے اُس کو اس محل میں کونسا حق ملا ہے۔ جو کچھ ہے وہ سب گل کے ہاتھ میں ہے! عالیہ بانو کی تیوری پر کئی بل پڑ گئے۔ وہ کڑے لہجے میں بولیں قدسیہ تم جانتی ہو۔ شبانہ کا طور طریقہ ہمیں شروع سے ناپسند رہا ہے اور یہ شادی ہم نے نہیں کی یہ تو گل کی زبردستی سے ہوئی ہے۔ ہماری بہو تو گل ہے۔ اور جب تک زندگی ہے اسی کو بہو کہیں گے۔ اور وہ صحیح معنوں میں بہو کہلانے کے لائق ہے۔ اگر تمہارے پاس ذرا بھی ضمیر ہے تو سوچو کون عورت ایسی ہو گی جو اپنا شوہر اپنے ہاتھوں سے دوسری کو سونپ دے۔ اور کونسی بہو ایسی ہے جو اپنا عیش و آرام بھول کر رات دن ساس سُسر کی خدمت کرتی ہے! گل ہیرا ہے لیکن سمجھنے والے اسے پتھر سمجھتے ہیں! ہم گل سے اچھی طرح واقف ہیں! وہ ایک سعادت مند بیٹی ، خدمت گذار بہو اور وفادار بیوی ہے ، یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں اور قدسیہ بیگم دل ہی دل میں گل کو ہزار صلواتیں سُناتی رہیں۔ ! اچانک کمرے میں شبانہ داخل ہوئی ۔ اور

تیز قدموں سے سنتور کے قریب آئی۔ اُس کا بخار دیکھا۔ پھر بولی موما نی حضور اب کیا حال ہے اُن کا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں کافی دیر سے سو رہے ہیں۔ تم کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم کو بھی آرام کی ضرورت ہے تم اپنے کمرے میں جاؤ ہم یہاں موجود ہیں۔ اشبا نے آہستہ سے کہا۔ جی بہتر ہے۔ پھر وہ قدسیہ بیگم کے ساتھ چلی گئی۔

گل بہت آہستہ سے کمرے میں داخل ہوئی اور دھیمی آواز میں بولی۔ "امی حضور آپ کی نماز قضا ہو جائے گی۔ آپ نماز پڑھ لیجئے میں یہاں بیٹھی ہوں" عالیہ بانو نے سنجیدگی سے کہا "تم کو ہمارا اتنا خیال رہتا ہے لیکن کبھی منصور کا بھی خیال کیا ہے۔ آج صرف تمہاری وجہ سے وہ بستر پر نظر آرہے ہیں، آخر تم چاہتی کیا ہو؟" گل گھبرا گئی "امی حضور یہ آپ کیا فرما رہی ہیں آخر میں نے کیا کیا ہے میں نے تو ہمیشہ اُن کی بھلائی ہی چاہی ہے! اگر اب میں اُن کا کہا مان لوں۔ تو سوچیئے شبانہ باجی کا کیا ہوگا۔ اب وہ ماں بننے والی ہیں ایسے میں اُن کو میں کوئی دُکھ دینا نہیں چاہتی۔ اس لئے آپ لوگوں کی باتیں سُن کر خاموش ہو جاتی ہوں۔ عالیہ بانو مُسکرائیں، "سچ مُچ تم ابھی تک ناسمجھ ہو۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ بڑوں کی بات ماننی چاہیئے۔ تم کو شبانہ

کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم تو صرف منصور کا خیال کرو۔ ہماری دُعا ہے تم دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارو! گل بےبسی سے بولی۔"اچھا میں آپ کا کہنا ضرور مانوں گی۔ اور آپ کی ہدایت پر عمل بھی کروں گی، اب آپ نماز پڑھ لیجیئے! عالیہ بانو اٹھ گئیں گل کے قریب آکر اُس کو سینے سے لگا لیا، بھئی ہم اُس دن کے انتظار میں ہیں جب تم دونوں پُرسکون زندگی بسر کرو گے! یہ کہہ کر وہ چلی گئیں، اور گل کی آنکھیں بھر آئیں اُن کی محبت پر، وہ اُسی کرسی پر بیٹھ گئی جس پر عالیہ بانو بیٹھی تھیں پھر اُس کی نظریں منصور پر پڑیں بے اختیار اُس کا ہاتھ منصور کے بالوں میں چلا گیا وہ دھیرے دھیرے دبانے لگی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اُس کے دل و دماغ میں جنگ ہو رہی تھی، دل کہتا تھا منصور کو اپنا لو اور دماغ کہتا تھا یہی وہ شخص ہے جس نے پتھر سے تیری ساری خوشیاں چھین لیں، یہ کبھی تیرا نہیں ہو سکتا! اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ وہ کیا کرے، اچانک وہ چونک پڑی منصور بڑبڑا رہے تھے... گل گل ہم کو معاف کر دو، دھیرے دھیرے اُن کی آواز رُک گئی۔ گل اور زیادہ پریشان ہو گئی، اُس کو منصور سے بے حد محبت تھی بچپن سے اُس کو پتہ تھا منصور اُس کے منگیتر ہیں۔ بچپن کے خیالات جوانی میں پختہ ہوتے گئے۔ اُس کے دل کے نشیمن میں منصور کی محبت رہ گئی، اور جب اُس نے منصور کو دیکھا تو اُس کو اپنی خوش نصیبی پر ناز ہونے

لگا۔ لیکن جلد ہی اُس کے خیالوں کے محل گر گئے۔ اُس کی محبّت کے گلستان میں کانٹے پیدا ہو گئے۔ منصور نے اُس کو پسند نہیں کیا وہ شبانہ کی طرف جھکنے لگے..... اور گل اپنی محبّت کی آگ میں خود ہی جلنے لگی، اُس نے اپنی محبّت کو اپنے سینے میں دفن کر لیا اور منصور پر کبھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اُس کو چاہتی ہے۔ لیکن آج اُس کو منصور کی حالت دیکھ کر اپنے رویہ پر پشیمانی ہو رہی تھی..... آخر جنگ میں دل کی جیت ہوئی۔ اور گل نے بھی ہار کر دل کا کہنا مان لیا اس کا ہاتھ منصور کے بالوں میں اُلجھا ہوا تھا۔ اُس نے منصور کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اور زیر لب مسکرادی پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اسی وقت سوسن داخل ہوئی۔ اور مؤدب لہجے میں بولی "بہو بیگم کھانے پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے گل نے مسکرا کر کہا" سوسن میرا کھانا یہیں لے آؤ۔ سوسن سر ہلا کر لوٹ گئی۔ اچانک منصور نے آنکھیں کھولیں۔ بخار کی وجہ سے اُن کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ گل کو دیکھ کر چونک پڑے اور خفیف آواز میں بولے،، گل تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اُئی حضور کہاں ہیں۔؟ گل مسکرا کر نرمی سے بولی،، میں آپ کی دیکھ بھال کے لئے موجود ہوں۔ اور سب لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ کہئے آپ کو کیا کام ہے؟ منصور نے حیرت سے اُس کو دیکھا اس وقت گل اُن کو بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی! گل اُن کی حیرت

پر بنس پڑی اور منصور بے اختیار اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ گل گھبرا کر اُن کے قریب آ گئی "یہ آپ کیا کر رہے ہیں، لیٹ جائیے" پھر اُن کو لٹا دیا۔ منصور نے اُس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ اور کھوئے کھوئے ہوئے لہجے میں بولے "گل ہم کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ کیا سچ مچ تم ہمارے قریب ہو" گل نے شوخی سے کہا۔ کیا آپ جاگتے میں بھی خواب دیکھتے ہیں۔ میرے ہاتھ تو چھوڑ دیجئے۔ منصور نے انکار میں سر ہلا دیا پھر اُس کو اپنے قریب بٹھا لیا۔ گل بری طرح جھینپ گئی۔ منصور مسکراتی نظروں سے دیکھنے لگے۔ گل اُن کی نگاہوں سے بوکھلا کر بولی میرے ہاتھ چھوڑئیے سوسن کھانا لے کر آ رہی ہو گی! اسی لمحے باہر آہٹ ہوئی اور گل ہاتھ چھڑا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ سوسن نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھ دی! گل بولی "سوسن ایک گلاس گرم دودھ کا لے آؤ" سوسن اُلٹے پیروں واپس چلی گئی۔ گل منصور سے مخاطب ہوئی، اس وقت آپ کو صرف دودھ ملے گا۔ ڈاکٹر کا حکم ہے کل صبح کھانے کو ملے گا۔ منصور نقاہت سے مسکرائے۔ ڈاکٹر کا حکم تو ہم نہیں مانیں گے۔ اگر تم حکم دو گی تو مان جائیں گے۔! گل جھینپ کر بولی۔ اچھا میرا ہی حکم سمجھئے اور بات بھی کم کیجئے ورنہ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ منصور نے نہایت سعادت مندی سے کہا، اچھا بات بھی نہیں کریں گے بس تم کو دیکھتے رہیں گے۔ پھر پتہ نہیں کب تم اپنا چہرہ دکھاؤ۔ تمہارا کوئی ٹھیک نہیں کبھی مہربان

کبھی مہربان، گگی ان کی بات سن کر سمٹ گئی!... منصور کو گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ گگی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس وقت وہ اتنے خوش تھے کہ بیماری تک کا خیال نہیں تھا۔ دوسری صبح منصور کی طبیعت کافی سنبھلی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ندیم سے باتیں کر رہے تھے اور گگی ڈسٹر پر میک اپ لگا رہی تھی۔ منصور بہت خوش نظر آ رہے تھے..... ندیم نے شرارت سے کہا "چشم بد دور منصور بھائی آپ تو کافی تندرست نظر آ رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب نے کوئی بہت اچھی دوائی لکھ کر دی ہے۔" منصور مسکرا کر بولے "یہ ڈاکٹر کی دوائی کا اثر نہیں، گگی کی مسیحائی کا اثر ہے، کل سے یہ بہت محبت سے پیش آ رہی ہیں ورنہ ان کی تو ہر وقت تیوریاں چڑھی رہتی تھیں!" ندیم نے گگی کو معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا "لگتا ہے خدا نے کل ہی ان کے دماغ میں عقل ڈالی ہے ورنہ یہ تو پیدائشی بے وقوف ہیں!" گگی نے مسکرا کر کہا۔ "جی ہاں۔ بیوقوف کو بیوقوف ہی پہچانتا ہے۔ آپ نے خوب پہچانا۔ اب یہ بتائیے آپ کے پاس کب عقل آئے گی؟" ندیم نے اس کو گھور کر دیکھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟" گگی نہایت اطمینان سے بولی۔ "میرا مطلب ہے آپ شادی کے لئے کب اقرار کریں گے، اگر فیروزہ کی شادی کہیں ہو گئی۔ تو آپ کو ایسی لڑکی کہیں نہیں ملے گی" منصور دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ ندیم نے جھنجھلا کر کہا "نینن پھر بھی باقی ہیں۔ ان تینوں سے کر لوں گا شادی!"

گل اُس کے جواب پر جھلا گئی، آپ ہر بات کو مذاق میں نہ اڑا یا کریں میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ کل شبانہ باجی سے بھی بات کی تھی وہ بھی راضی ہو گئی ہیں، اب جلد ہی آپ کا گھر بسنے والا ہے۔ آخر ہم بھابھی کا انتظار کب تک کریں گے! منصور نے مسکرا کر کہا۔ اگر تم کو لڑکی پسند ہے تو شادی کی تیاریاں شروع کر دو۔ ندیم کو ہم سنبھالیں گے۔ ۔ ! ندیم نے گھبرا کر کہا، "ارے لیے منصور بھائی آپ نہیں جانتے ہیں اِن کی سہیلیاں آفت کی پڑیا ہیں۔ میں بھلا ایسی لڑکی سے شادی کیسے کر سکتا ہوں مجھے اپنی زندگی پیاری ہے۔ پھر میں شادی نہ کرنے کا عہد کر چکا ہوں، ! گل تُنک کر بولی، "بس آپ تو اس لڑکی کے پیچھے اپنی جان دیں گے جو شادی رچا کر دوسرے کی ہو گئی! منصور نے حیرت سے کہا۔ اچھا ندیم تمہارے ساتھ بھی یہ بات ہو چکی ہے۔ یعنی تم بھی چوٹ کھا گئے۔ ! ندیم جھینپ گیا۔ اُس نے تیز نظروں سے گل کو دیکھا پھر سنجیدگی سے بولا، "فرصت پا کر میرے کمرے میں آجانا جب تک میں اور سوچ لوں پھر جواب دوں گا! گل مسکرائی، "ہاں ہاں خوب سوچ لیجئے میں دوپہر کے کھانے کے بعد آؤں گی لیکن انکار نہیں سنوں گی۔ ندیم کوئی جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ گل نے منصور کو ناشتہ کرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولی، " اب آپ لیٹ جائیے ورنہ تھک جائیں گے۔ ! منصور نے اُس کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا، ہم تو آرام ہی کر رہے ہیں، تم بھی تو کبھی دو منٹ آرام کیا کرو، گل اُن کی

نگاہوں سے گھبرا رہی تھی، اپنا دوپٹہ درست کر کے بولی "مجھے بالکل تھکن محسوس نہیں ہوتی، آپ فکر نہ کریں۔ پھر اس نے خالی برتن اٹھا لئے۔ اچانک منصور بولے "گل ایک منٹ کے لئے یہاں آؤ۔" گل ان کا حکم سن کر چونک گئی۔ اس نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا لیکن منصور بہت سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ گل لرزتے قدموں سے ان کے قریب آئی۔ منصور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب بٹھا لیا۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر انہوں نے اس کی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے، پھر لرزتی آواز میں بولے "گل ہماری گستاخی کو معاف کر دینا" گل شرم سے سرخ ہو گئی، اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر بھاگ گئی۔

دوپہر کو گل تین بجے فارغ ہو گئی۔ پھر وہ ندیم کے کمرے کی طرف چل دی ۔ اس وقت سب اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے ۔ معصومہ بھی سو رہی تھی۔ گل کمرے میں داخل ہو گئی۔ ندیم کھڑکی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اس کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں فلک پر اُڑتے پرندوں پر جمی ہوئی تھیں ۔ گل کچھ سوچ کر شرارت سے مسکرائی۔ پھر دبے قدموں سے ندیم کی طرف بڑھی قریب جا کر اس کی آنکھیں بند کر لیں ۔ ندیم چونک گیا ۔ پھر مسکرا کر بولا ۔ ”آنکھیں بند کرنے کی کیا ضرورت ہے میں سمجھ گیا تم گل ہو“ گل نے جھلا کر ہاتھ ہٹا لئے ۔ ”ذرا دیر کے لئے ہی انجان بن جاتے!“ ندیم اس کی طرف مڑا ۔ اور اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھ کر بولا ۔ ”تمہارا بچپنا ابھی تک نہیں گیا ۔ اب تو تم

شادی شدہ ہو۔ گل نے مسکرا کر کہا، اب آپ بے کار باتوں میں ٹائم ضائع نہ کیجئے مجھے شام کی چائے کی بھی تیاری کرنی ہے اب یہ بتایئے آپ نے سوچ لیا۔ ! ندیم اس کی بات سُن کر سنجیدہ ہو گیا، گل آخر تم مجھے کیوں پریشان کر رہی ہو۔ میری زندگی یونہی سکون سے گزر رہی ہے، تم اس میں کیوں انتشار پھیلا رہی ہو ! گل نے پلکیں جھپکائیں،، اوہ اس لڑکی کا جادو آپ پر کافی چڑھا ہوا ہے۔ آخر آپ مجھے نام کیوں نہیں بتاتے اس مہ جبیں کا ! ندیم نے اس کو گہری نظروں سے دیکھ کر، اس کا نام سُن کر حیرت میں رہ جاؤ گی۔ گل کھلکھلا کر ہنس پڑی، یہ بھی آپ نے خوب کہی میں کیوں حیرت زدہ ہونے لگی آپ نام بتایئے۔ ندیم اس کی بات سُن کر سوچ میں پڑ گیا، وہ گل کو بتائے یا نہیں، کہیں گل مجھے غلط نہ سمجھ لے۔ گل اس کو سوچ میں دیکھ کر بولی آپ چپ کیوں ہیں بتایئے نا، ندیم نے اس کو بغور دیکھ کر کہا، اس کا نام ہے گل نازنین، لیکن میں اس کو گلاب کی کلی کہتا ہوں۔ یہ سُن کر گل بے ساختہ پیچھے ہٹ گئی، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اور منہ کھلا رہ گیا۔ ندیم اس کی حالت دیکھ کر تلخی سے مسکرا دیا۔ کیوں ہوئی نا حیرت یہ نام سُن کر، اب خاموش کیوں ہو بولو نا ! گل دھیرے سے بڑبڑائی، نہیں، نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ ندیم کو جھنجھوڑ کر بولی ندیم بھائی کہہ دیجئے یہ سب غلط ہے آپ نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ اور وہ سسکنے لگی، ندیم کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ پگلی

تم کیوں الور ہی ہو۔ اس لئے نور میں کہتا تھا کہ اس لڑکی کے متعلق نہ پوچھو
تو اچھا ہے لیکن تم نہ مانیں آخر آج مجھے مجبور ہو کر بتانا پڑا۔ اور
جب بتایا ہے تو تم کو صاف طور پر بتا دوں میں تم کو بچپن سے پیار
کرتا آیا ہوں، جب مجھے امی جان سے پتہ چلا کہ تم منصور بھائی کی
منگیتر ہو۔ تو اس وقت میری کیا حالت ہوئی تم کو بتا نہیں سکتا۔ اور
میں نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اپنی محبت کسی پر ظاہر نہ ہونے دوں گا
اور آج تک میں نے کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ میں تم کو پیار کرتا ہوں
تم کو پوجتا ہوں، تم کو بھی آج ہی پتہ چلا ہے اور میری التجا ہے
یہ راز صرف تم تک محدود رہے، ورنہ تمہاری ازدواجی زندگی میں
ایک ایسا زہر پھیل جائے گا جس کا تریاق ممکن نہیں ویسے بھی تم
ایک سال سے جل رہی ہو۔ اب تمہاری زندگی میں کچھ خوشی کے دن آئے
ہیں۔ تو منی خوشی گزارو، خدا نے تم پر دنوں کی رنجشیں دور کر
دیں، میں بہت خوش ہوں اور تم سے یہی کہوں گا۔ اب منصور بھائی
کو اپنا لو۔ کیونکہ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اس درمیان جو ان
کی حالت رہی ہے اس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ محبت کے
درد سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ گل اس کی باتیں سُن کر سکتی
رہی۔ پھر بھرائی آواز میں بولی" مجھ بدقسمت لڑکی کے پیچھے آپ
اپنی زندگی کیوں برباد کر رہے ہیں، اگر آپ کو مجھ سے اتنی محبت ہے
تو میری بات مان لیجئے اور نیر وزرہ سے شادی کر لیجئے وہ بہت اچھی

لڑکی ہے پھر آپ کو پسند بھی کرتی ہے۔ ندیم نے بے بسی سے کہا۔"
گل تم کیوں اس لڑکی کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو جس محبت کی وہ
حقدار ہے وہ میں اس کو نہیں دے سکتا۔ تم اپنی یہ ضد چھوڑ دو! گل
رونے لگی، اور ندیم اس کے رونے سے پریشان ہوگیا۔ آخر جھلا کر
بولا "اچھا بابا اب چپ ہو جاؤ، میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن
خدا کے لئے اپنے یہ آنسو روک لو، تم کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا!
پھر قریب آ کر اپنے ہاتھ سے اُس کے آنسو صاف کئے اور ہلکی مسکراہٹ
سے بولا "اب تو مسکرا دو گلاب کی کلی" گل زبردستی مسکرا دی پھر بولی"
بس شادی کی تیاری شروع کرا دو، ندیم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ
کر کہا "جو تمہاری خوشی ہو وہ کرو، میں تو تم کو خوش دیکھنے کی وجہ سے
آج تک خود کو جلاتا رہا ہوں، آئندہ بھی جلتا رہوں گا بس تم خوش رہو
یہی میری دلی آرزو ہے۔ گل نے معصومیت سے کہا شادی کے بعد آپ
بھی خوش رہیں گے یہ میرا یقین ہے۔ فیروزہ بہت پیاری لڑکی ہے۔!
ندیم نے مسکرا کر کہا "سب کی تعریفیں کرتی رہتی ہو کبھی اپنے متعلق بھی سوچا
ہے کہ تم کیسی ہو؟" گل جھینپ کر بولی، اچھا اب میں جاؤں ساڑھے چار
بج رہے ہیں! ندیم مسکرا کر بولا، ہاں ضرور جاؤ منصور بھائی تمہارا انتظار
کر رہے ہوں گے۔ گل بری طرح شرما گئی اور باہر کھڑی قدسیہ بیگم ایک دم
وہاں سے ہٹ گئیں، اُن کا چہرہ غصے سے تمتا رہا تھا، وہ سوچ رہی
تھیں، اس منحوس لڑکی نے میری بیٹی کے حق بھی چھین رکھے ہیں۔ اور

میرے بیٹے کا سکون بھی چھین لیا ہے، ان کو بچپن سے گل سے حسد تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتیں تھیں کہ نواب صاحب اپنی بہو شبانہ کو بنائیں گے لیکن جب انہوں نے بچپن میں ہی گل کو اپنی خاندانی انگوٹھی پہنائی تو وہ تلملا گئیں، اب برسوں سے اُن کے دِل میں گل کے لئے نفرت کی جو الاؤ دہک رہی تھی، شبانہ کو بھی انہوں نے ہی منصور کے پیچھے لگایا تھا، وہ کسی طرح یہ شادی رکوانا چاہتی تھیں، لیکن عالیہ بانو کے فیصلہ کے آگے اُن کی ایک نہ چلی پھر جب اُن کو پتہ چلا منصور نے سہاگ رات بھی نہیں منائی تو اُن کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا، ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ اب اُن کی بیٹی منصور کی شریکِ حیات بن کر راج کرے گی۔ گل نے شبانہ کو منصور کی شریکِ حیات بنا دیا، لیکن وہ ملکہ نہ بن سکی۔ عالیہ بانو نے سب کچھ گل کے سپرد کر دیا تھا۔ اور قدسیہ بیگم ہاتھ ملتی رہ گئیں، آج انہوں نے منصور اور گل کی محبت بھری باتیں سن لی تھیں، جب سے اُن کو خوف سوار تھا کہ اب منصور بھی ہاتھ سے گئے، لیکن اس وقت ندیم کی گفتگو سن کر وہ کچھ اور سوچنے لگیں اُن کے ہاتھ میں اب ترپ کا پتہ تھا، انہوں نے عہد کر لیا تھا۔ کہ وہ منصور کو کبھی گل کا نہ ہونے دیں گی، اور یہ قصہ خوب نمک مرچ لگا کر منصور کے سامنے بیان کریں گی، تاکہ منصور گل سے پھر بدظن ہو جائیں اور شبانہ کے قدموں میں آ رہیں، وہ اپنے کمرے میں بیٹھی یہی سب سوچ رہی تھیں۔ کہ سوسن بھاگی ہوئی آئی۔ اور بولی۔۔ بیگم صاحبہ

جلدی چلیے چھوٹی بیگم کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ یہ سنتا کہ قدسیہ بیگم گھبرا گئیں، اور اس کے ساتھ شبانہ کے کمرے کی طرف تیزی سے چل دیں،...... محل میں یہ خبر پھیل گئی..... اور رات کے آٹھ بجے محل میں ایک ننھا مہمان آگیا محل میں خوشیاں بکھر گئیں تو قدسیہ بیگم شکرانے کے سجدے ادا کر رہی تھیں، منصور کو یہ خبر گل نے سنائی، ان کے چہرے پر پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی، پھر وہ گل کے سہارے اپنے لختِ جگر کو دیکھنے چل دیئے، ننھا نواب پالنے میں لیٹا ہوا تھا..... ننھی ننھی آنکھیں بند تھیں، چھوٹا سا منہ ذرا کھلا ہوا تھا، منصور نے جھک کر پیار کر لیا، گل بھی بہت خوش تھی، وہ بار بار ننھے کو پیار کر رہی تھی، شبانہ اس کی محبت دیکھ کر زیرِ لب مسکرا رہی تھی لیکن قدسیہ بیگم کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں، عالیہ تا بو اس دیوانی لڑکی کو دیکھ کر دل ہی دل میں آبدیدہ ہو رہی تھیں، ان کو اس کی بیوقوفی پر غصہ بھی آرہا تھا، اور پیار بھی۔ اگر اس کی قسمت نے اس کا ساتھ دیا ہوتا تو وہ بھی ماں بن گئی ہوتی، لیکن قسمت تو اس کی زندگی اس کے ارمانوں سے کھیل رہی تھی، اور گل مسکراتے ہوئے اس کھیل میں شریک تھی،

ننھے نواب کی چھٹی بہت دھوم سے منائی گئی، ساری ریاست میں چراغ جلائے گئے، محل کے باہر فوجی بینڈ کا شور سنائی دے رہا تھا، محل

مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ گل ہر کام میں حصہ لے رہی تھی، اور عورت کی نظر
اس مقدس اور عظیم ڈیوٹی پر جمی ہوئی تھی جو اپنی صورت کا ہر کام خوش دلی
سے انجام دے رہی تھی، ہر طرف یہی چرچا تھا کتنے بڑے دل کی مالک ہے
کتنی معصوم ہے کتنی خوبصورت ہے۔ لیکن گل اب سب باتوں سے انجان اپنے
کاموں میں مصروف تھی، رات تک سب مہمان رخصت ہو گئے تو گل بری
طرح تھک گئی تھی، عالیہ بانو نے اس کو شفقت سے دیکھا اور سنجیدہ آواز
میں بولیں، "بیگم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ اب تم کو باہر نہ دیکھیں"
گل اُن کا حکم سُن کر مسکرائی، اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، عالیہ بانو
اُس کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں، پھر اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرنے لگیں،

صبح نماز سے فارغ ہوتے ہی گل شبانہ کے کمرے کی طرف چل دی، راستے میں عالیہ بانو مل گئیں، اُس کو دیکھ کر بولیں "اتنی صبح کہاں جا رہی ہو؟" گل نے مسکرا کر جواب دیا، "اتی حضور ذرا ننھے کو دیکھنے جا رہی ہوں"! عالیہ بانو اُس کے جھینپنے پر مسکرا دیں، اور آگے بڑھ گئیں، گل تیز قدموں سے کمرے کی طرف چل دی، دروازے پر دستک دی چند منٹ بعد شبانہ نے دروازہ کھولا، گل کو دیکھ کر مسکرائی "اتنی صبح کیسے آ گئیں گل؟" گل شوخی سے بولی، "آپ کو دیکھنے نہیں آئی ننھے کے لئے آئی ہوں، اُس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی!" شبانہ بے اختیار ہنس دی، اور پیچھے ہٹ کر بولی، "آؤ اور لے جاؤ اپنے ننھے کو!" گل یہ سُن کر شرما گئی۔ اندر داخل ہو کر وہ ٹھٹھک گئی کیونکہ منصور مسہری پہ سو رہے تھے ایک لمحے کے لئے اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ لیکن

پھر وہ پالنے کی طرف بڑھ گئی، اور جھک کر بچے کا گال چوم لیا۔ پھر بڑی احتیاط سے اس کو اپنی باہوں میں اٹھا لیا۔ شبانہ شرارتی لہجے میں بولی، ،،حقیقت میں تم اس کی ماں لگ رہی ہو، مجھ سے زیادہ تو تم پیار کرتی ہو ننھے کو۔ گل نے اس کو سینے سے لگا لیا اور مسکرا کر کہا۔ ،،خدا آپ کو سلامت رکھے آپ ہی اس کی ماں ہیں تو اس کی آنٹی ہوں، رہا پیار کا سوال تو آپ جانتی ہیں کہ مجھے بچپن سے ہی بچوں سے اور کلیوں سے پیار رہا ہے" شبانہ نے شوخی سے پوچھا ،،اور منصور سے نہیں ہے پیار؟" گل نے نفی میں گردن ہلا دی، شبانہ مصنوعی غصے سے بولی ،،ٹھہر جاؤ ابھی منصور کو اٹھا کر کہتی ہوں" یہ سن کر گل فوراً اچھل گئی اور شبانہ ہنسنے لگی۔ ناشتے کی میز پر سب موجود تھے لیکن گل نہیں تھی، عالیہ بانو نے سوسن سے پوچھا ،،بہو بیگم کہاں ہیں" سوسن نے مؤدب لہجے میں کہا، وہ اپنے کمرے میں ننھے میاں کے ساتھ ہیں! یہ سن کر نواب صاحب مسکرائے ،،ابھی تک بچی ہی ہے۔ شادی ہو گئی لیکن بچپنا نہ گیا" جمشید صاحب بھی پھیکے انداز میں مسکرا دیئے۔ لیکن قدسیہ بیگم کے چہرے پر ناگواری تھی۔ انہوں نے شبانہ کو مخاطب کیا۔ ،،تم ننھے کا خیال رکھا کرو، گل بچے کو سنبھالنا کیا جانے" یہ سن کر عالیہ بانو کا پُر وقار چہرہ غصے سے تمتما گیا، وہ سرد لہجے میں بولیں ،،قدسیہ سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے ہمارے خیال میں وہ شبانہ سے زیادہ بچے کو حفاظت سے رکھ سکتی ہے" یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اٹھ گئیں اور بغیر ناشتہ کئے

چلی گئیں، نواب صاحب کے چہرے پر ناگواری تھی۔ اور جمشید صاحب بہن کو شکایتی نظروں سے دیکھ رہے تھے، منصور کے چہرے پر بھی غصہ نظر آرہا تھا ندیم نے تیز لہجے میں کہا۔ "امی جان آپ کو ایسی بات نہیں کہنی تھی گل ننھے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے، آپ کو اس میں کیا خرابی نظر آتی ہے؟" قدسیہ بیگم نے جھنجھلا کر کہا، "میں نے کونسی بری بات کہہ دی، گل بچے کو پالنا کیا جانے، ایک ماں ہی بچے کی حفاظت کر سکتی ہے جب بھی ننھا گل کے پاس ہوتا ہے، یہ بھی کوئی بات ہے" شبانہ نے تلخ لہجے میں کہا، "امی جان گل بھی ننھے کی ماں ہے، پہلے وہ صبر میں ہوں اب گل پر بھروسہ ہے، وہ ننھے کو اچھی طرح رکھتی ہے پھر آپ کو کیا اعتراض ہے؟" اچانک نواب نے ناگواری سے کہا، "ناشتے میں یہ کیا لغویت پھیلائی ہے تم لوگوں نے خاموشی سے ناشتہ کرو!" پھر سوسن سے مخاطب ہوئے "اپنی بیگم صاحبہ اور بہو کا ناشتہ وہیں پہنچا دو۔" وہ سر جھکا کر چلی گئی، اور سب خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے،

گل نے عالیہ بانو سے ندیم کی شادی کے متعلق بات کہ کے شادی کی تیاری شروع کرا دی، شادی دو ماہ بعد ہونی تھی ...... عالیہ بانو ہر بار اس کی عظمت کی قائل ہو جاتی تھیں۔ اور اس کی ہر بات پوری کرتی تھیں، شبانہ بھی بہت خوش تھی!...... شادی سے پہلے وہ بھی گل سے جلتی تھی، لیکن شادی کے بعد اس کا رویہ دیکھ کر وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی تھی، جب اس کو پتہ چلا کہ ندیم کو شادی کے لئے گل نے راضی کر لیا

تو انجم نے گل کو سینے سے لگا لیا اور اُس کی پیشانی چوم لی۔ لیکن قدسیہ بیگم
نہ جانے کس مٹی سے بنی تھیں کہ ان کی نفرت میں کمی نہ آئی وہ موقع کی تلاش
میں تھیں کہ کب منصور تنہا ملیں اور وہ اپنا آخری وار پوری شدت سے کر
گزریں، لیکن اُن کو ابھی تک کوئی موقع نہ ملا تھا اور وہ بے چین تھیں۔ گل
اُن کی زہریلی اسکیم سے بے خبر ننھے میں گم تھی۔ اُس کا نام بھی اُسی نے اپنی
پسند سے رکھا تھا۔ عالیہ بانو اور منصور کے اصرار پر۔ منصور سے ملتا ہوا۔
مسعود، لیکن پیار سے پنکو کہتی تھی۔۔۔ لیکن پنکو زیادہ تر گل کی گود میں ہی
خوش رہتا تھا۔ شبانہ صرف دودھ پلانے کے وقت اپنی گود میں لے لیتی
تھی۔۔۔ ایک شام وہ پنکو کو گود میں لیے کلیاں توڑ رہی تھی۔ پنکو کے چہرے پر ہلکا
سا تبسم تھا۔ پنکو اپنی گول گول آنکھوں سے اُس کو دیکھ رہا تھا، اچانک
وہاں قدسیہ بیگم آئیں اور تیز آواز میں بولیں، "گل کیوں بچے کی دشمن
ہو گئی ہو، شام کے وقت باغیچے میں لے آئیں ننھی سی جان ہے۔ خدا
بُری بلاؤں سے بچائے، تم تو اُس کی دشمن ہو۔" گل کا تبسم غائب ہو گیا۔ وہ
گھبرا کر بولی! "پھوپھی جان یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، میں پنکو کی دشمن کیوں
ہونے لگی، یہ تو مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا ہے!" قدسیہ بیگم نے جھپٹ
کر پنکو کو اپنی گود میں لے لیا اور نفرت بھرے لہجے میں بولیں، "میں سب
سمجھتی ہوں یہ محبت کس لیے ہو رہی ہے۔ بچے سے محبت دکھا کر منصور کو اپنا
کرنا چاہتی ہو، کیونکہ منصور تم کو پسند نہیں کرتے لیکن تم ایسے جیتے جی کامیاب
نہیں ہو سکتیں، میری بچی کی زندگی خراب نہیں کر سکتیں، محل کی ہر چیز اپنے

ہاتھ میں لے لی، اب منصور کو تو رہنے دو۔" اُن کی زہریلی باتیں سُن کر
گل کو غصہ آگیا، وہ چلا کر بولی "پھوپھی جان ذرا سنبھال کر بات کیجیے
آپ نے مجھے سمجھا کیا ہے؟" قدسیہ بیگم نے اُس کو قہر بھری نظروں سے دیکھا
اور چلی گئیں۔ گل سسکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی، عالیہ بانو اُس
کو یوں دیکھ کر چونک پڑیں، اور اُس کے پیچھے کمرے میں داخل
ہوئیں، گل مسہری پر پڑی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، عالیہ بانو گھبرا
کر اُس کے قریب آگئیں۔ اور اُس کی پشت پہ ہاتھ رکھ کر بولیں "گل بیٹی کیا
بات ہے، کیوں رو رہی ہو؟" گل نے اُن کی گود میں سر رکھ دیا "اور ہچکیوں
کے درمیان اُن کو ساری بات سُنا دی"، عالیہ بانو کی حالت عجیب ہو
رہی تھی، اُن کا چہرہ لال ہو رہا تھا، اور ہونٹ سختی سے بھینچ گئے تھے۔"
اچانک اُنھوں نے گل کا سر ہٹایا اور تیز قدموں سے باہر نکل گئیں۔ اُن
کی کڑکتی آواز سے محل گونج گیا "سوسن ذرا دیوان خانے سے بڑے
سرکار کو بلا لاؤ" سوسن سرپٹ باہر بھاگی ... چند منٹ بعد نواب گھبرائے
ہوئے آگئے "کیا بات ہے بیگم آپ نے ہمیں بلایا ہے؟" وہ نہایت ضبط
سے بولیں "جی ہاں کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے" پھر وہ اُن کے ساتھ اپنے
کمرے میں چلی گئی۔ اور کچھ دیر بعد اُن کے کمرے میں قدسیہ بیگم بھی موجود
تھیں۔ نواب صاحب نے اُن کو تیز نظروں سے دیکھ کر کہا "قدسیہ تم نے
گل کو کیا کہا ہے؟" قدسیہ بیگم سمجھ گئیں "گل نے سب باتیں کہہ دی ہیں
اُن کی نفرت اور بھڑک گئی، لیکن بظاہر وہ بڑی سنجیدگی سے بولیں

میں نے اُس کو کیا کہا ہے! صرف یہی سمجھا رہی تھی کہ بیٹی شام کے ٹائم
بچے کو باغ میں نہیں لے جاتے پھر ننکو کو لے کر چلی آئی تھی! عالیہ با نو امن
کے جھوٹ پر بھنا گئیں۔" قدسیہ۔ گل تمہاری بھی بھتیجی ہے لیکن تم اُس کی جانی
دشمن بن گئی ہو! تم کو معلوم ہے کہ گل اس محل کی مالک ہے۔ وہ جو چاہے
کر سکتی ہے وہ چاہے تو ہم تم کو نکال بھی سکتی ہے وہ ریاست کی ملکہ ہے
منصور کی شریکِ حیات! شبانہ کو ہم نے بہو نہیں بنایا۔ یہ تو گل کی وجہ
سے ہم خاموش رہ گئے ہماری بہو گل ہے ہم اس پر اپنی جان دے سکتے ہیں
منصور اور گل ہماری آنکھیں ہیں۔ اور منصور کا بچہ گل کا بچہ ہے۔ اگر اُس
نے جنم نہ دیا تو کیا ہوا پرورش تو کر رہی ہے! اور شبانہ کو بھی کوئی
اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے ننکو کو اعلیٰ تربیت گل کے علاوہ
کوئی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ ریاست کی مالک ہے اور ننھے ولی عہد کو
اعلیٰ طریقے سے پرورش کرے گی۔ اس لئے ہم صاف کہہ رہے ہیں کہ تم کو گل
پر کیچڑ اُچھالنے کا یا اس سے بچہ کو چھیننے کا کوئی حق نہیں ہے بے شک
تم ننکو کی نانی ہو لیکن اُس کی دشمن نہ بنو۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں
قدسیہ بیگم اپنی ذلالت پر تلملا رہی تھیں، نواب صاحب نے سمجھایا۔"
قدسیہ تمہاری بھابھی صحیح کہتی ہیں۔ تم کو اُن کی بات پر عمل کرنا چاہیئے،
تم کو یہ تو معلوم ہے کہ گل ہم کو منصور سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کو کچھ کہنا
ہماری توہین ہے ہمیں اُمید ہے اب تم ایسی غلطی نہ کرو گی۔ شبانہ بھی
ہمارا خون ہے اس سے ہم کو یا تمہاری بھابھی کو کوئی پرخاش نہیں ہے

یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور باہر چلے گئے، قدسیہ بیگم بھی اُن کے پیچھے ہی چلی گئیں۔ عالیہ بانو کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی،

منصور مکمل طور پر صحت مند ہوگئے تھے، اب ریاست کے کاموں میں بھی حصّہ لینے لگے تھے اُن کے دل میں گل کے لئے محبت بڑھتی ہی جا رہی تھی،.... شادی کے بعد سے اب تک اُس کے جتنے رُوپ سامنے آئے تھے، منصور کو اُس کی عظمت، ذہانت اور خلوص پر یقین آتا گیا.... اب تو جب تک اُس سے بات چیت نہ کر لیتے چین نہ آتا تھا لیکن جہاں وہ محبت کا اظہار کرتے گل فوراً بھاگ جاتی اور منصور اُس کی معصومیت پر مسکرا دیتے،..... آج بھی وہ باہر سے آئے تو گل کو ڈھونڈھنے لگے۔ کپڑے تبدیل کر کے وہ گل کے کمرے کی طرف چل دیئے لیکن وہ کمرے میں نہیں ملی، سوسن نے بتایا وہ نِنکو کے ساتھ باغ میں ہے، منصور مسکراتے ہوئے باغیچے کی طرف چل دیئے، گلاب کے پودوں میں گھری گل بہت پیاری لگ رہی تھی، نِنکو گاڑی میں لیٹا ہوا تھا، اور گل کلیاں توڑ کر نِنکو کے ننھے ہاتھوں میں دے رہی تھی منصور اُس کی مصروفیت دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑے، اور گل چونک پڑی، منصور کو دیکھ کر جھینپ گئی،! منصور اُس کے قریب آگئے۔ اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے، نِنکو کا تو بہت خیال رکھتی ہو، لیکن اس کے پاپا کا کوئی خیال نہیں،! گل شوخی سے بولی، نِنکو کی دیکھ بھال میں کرتی ہوں، اور اس کے پاپا کی شبانہ باجی! منصور اُس کے جواب پر جل گئے، شبانہ

کو اپنی سہیلیوں اور فیشن سے فرصت ملے تو وہ ہمارا خیال کریں! گُل مُسکرا کر بولی،" آپ کیوں جل رہے ہیں، آپ بھی فیشن کر لیں"۔ "کس نے منع کیا ہے"، منصور نے اس کو گہری نظروں سے دیکھ کر کہا، "ہم فیشن کر کے کیا کریں، تم کرو تو کوئی بات بنے!" گُل اُن کی نظروں سے گھبرا کر بولی،" مجھے فیشن کا کوئی شوق نہیں ہے"، منصور جذباتی لہجے میں بولے،"ہماری خاطر کرلو، ہم دیکھنا چاہتے ہیں تم سنگار کر کے کیسی لگتی ہو"، گُل نے اُن کی بات مذاق میں اُڑائی "بس ایسی لگوں گی جیسی اپنے مالی کی لڑکی گنو ہے"! اس کی بات پر منصور جھلاگئے،"تم ہر بات مذاق میں اُڑا دیتی ہو، جب ہم بیمار تھے اس وقت تو تم بڑی محبت جتاتی تھیں، اب تمہاری محبت کہاں گئی"؟ گُل نے شرارت بھری مسکراہٹ سے کہا "اب میری محبت پنکو کے پاس ہے"! منصور سخت لہجے میں بولے،" گُل تم ہمارا مذاق اُڑا رہی ہو"! گُل نے حیرت سے اُن کو دیکھا پھر سادگی سے بولی" آپ کیسی بات کر رہے ہیں، میری یہ مجال کہ آپ کا مذاق اُڑاؤں، پھر وہ انسان کیا مذاق اُڑا سکتا ہے جس کی زندگی خود ایک مذاق بن گئی ہو"، یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھیں بھر آئیں، اور منصور نادم ہو گئے۔ "یہ کیا گُل تم تو رونے لگیں پگلی، ہم تو یونہی مذاق کر رہے تھے۔ چلو جلدی سے آنسو پونچھ لو"، یہ کہہ کر انہوں نے خود ہی اُس کی آنکھیں صاف کیں" اور پھر اچانک ہی اُس کو اپنی باہوں میں لے لیا، گُل سناٹے میں رہ گئی"! منصور کی جرأت پر وہ بوکھلا کر بولی،" چھوڑ دیجئے کوئی آجائے گا"۔

منصور نے اُس کے ریشمیں بالوں میں مُنہ چھپا لیا اور سرگوشی میں بولے، کوئی نہیں آئے گا تم ڈرتی کیوں ہو آخر تم ہماری شریکِ حیات ہو، کوئی غیر نہیں، گل شرم سے لال ہو گئی، اُس نے پنکو کی طرف دیکھا۔ وہ اُن کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ننھے ہونٹ مسکرا رہے تھے، گل کی نظروں میں تمنا، انگڑائیاں لے رہی تھی، اُس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا، جیسے پنکو اُس کا ہی بیٹا ہے، وہ دھیرے سے بولی، چھوڑیئے نا پنکو دیکھ رہا ہے، اُس کی بات سُن کر منصور ہنس پڑے، ، اچھا پنکو سے بھی ڈر لگ رہا ہے، پھر پنکو کی جانب دیکھ کر بولے، دیکھو تو وہ بھی مسکرا رہا ہے، ہماری محبت دیکھ کر الیکن تم اتنی ظالم ہو کہ مسکراتی بھی نہیں ہو، گل اُن کی خواہش پر شریلے انداز میں مسکرا دی، پھر بڑی چالاکی سے اُن کی گرفت سے نکل گئی۔ اور منصور دیکھتے رہ گئے، گل اُن کی حیرت پر ہنس پڑی، منصور جھلا کر اُس کی طرف بڑھے، لیکن وہ پنکو کے قریب چلی گئی، اور کلیاں اکٹھی کرنے لگی، منصور قریب آ کر بولے، لاؤ یہ کلیاں ہم تمہارے بالوں میں پرو دیں، گل نے مُنہ بنا کر کہا، ، جی نہیں شکریہ میں نے شہناز باجی کے لئے توڑی ہیں، ، ! اُن کے لئے ہار بناؤں گی، ، منصور نے جھلا کر سب کلیاں اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیں اور جلے انداز میں بولے، ، شہناز سے بڑی محبت ہے، یہ کلیاں تمہارے لئے ہیں، ہم خود تمہارے بالوں میں لگائیں گے، یہ کہہ کر انہوں نے گل سے سوئی دھاگا چھین لیا، چند منٹ بعد اُنہوں نے سب کلیاں

دھاگے میں پرو دیں اور گل کے لمبے بالوں میں وہ گجرا لپیٹ دیا۔ گل
بے بسی سے دیکھتی رہ گئی، لیکن دل میں ایک خوشی کی لہر اُٹھی اور جسم میں
کپکپاہٹ طاری کر گئی، اپنے کمرے سے عالیہ بانو دونوں کو ہنستا مسکراتا
دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیں۔ ... لیکن دوسری سمت کے کمرے میں قدسیہ بیگم
تلملا رہی تھی، انہوں نے بھی اپنی کھڑکی سے یہ نظارہ دیکھ لیا تھا، اُن
کے دل میں حسد کے شعلے لپک رہے تھے، ...... اپنی بے عزتی کا خیال اُن
کو بار بار جھنجھوڑ رہا تھا، اُن کا بس چلتا تو وہ گل کی جان ہی لے لیتیں ملا

آخر دوسرے دن اُن کو موقع مل گیا۔ منصور کو کمرے میں تنہا پا کر وہ کمرے میں گھس گئیں۔ پھر آدھے گھنٹے بعد مسکراتی ہوئی نکلیں، اپنی کامیابی پر! لیکن منصور کمرے میں بیٹھے رہے تھے، یا آخر وہ ندیم کے کمرے کی طرف چل دیئے۔ ندیم کرسی پر دراز کوئی میگزین دیکھ رہا تھا۔ منصور کو دیکھ کر سیدھا بیٹھ گیا، اور مسکرا کر بولا، "اوہ منصور بھائی آئیے تشریف رکھیئے، کیا بات ہے؟ منصور نہایت سنجیدگی سے صوفے پر بیٹھ گئے! اور سرد آواز میں بولے، "ندیم ہم کو معلوم نہ تھا کہ تم گل سے محبت کرتے ہو۔! اور گل بھی تم کو چاہتی ہے۔ آخر تم دونوں نے ہم کو شادی سے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ ندیم اُن کی بات سُن کر چونک پڑا، آپ کیا فرما رہے ہیں؟ منصور تلخی سے بولے، "جو حقیقت ہے وہی کہہ رہے ہیں"، ابھی پھوپھی جان نے سارا ماجرا بتایا ہے، ہماری سمجھ میں اب آ رہا ہے۔"

کہ گل ہم سے دُور کیوں ہے۔ اُن کو یقیناً تم سے محبت ہے، ہم آج ہی اُن
کو آزاد کر دیں گے" ندیم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا "منصور بھائی خُدا کے لئے
ایسی بات مُنہ سے نہ نکالیئے، ورنہ گل یہ صدمہ برداشت نہ کر پائے گی۔"
اب میں سمجھ گیا امّی جان ہی اُس کی دشمن بنی ہوئی ہیں۔ اس معصوم
پر جھوٹے الزام لگا کر آپ کو بدظن کرنا چاہتی ہوں، صرف اسلئے کہیں
آپ شبانہ کے علاوہ گل کے نہ ہو جائیں، شروع میں جہاں تک میرا
خیال ہے امّی جان کی ایماء پر ہی شبانہ آپ کی طرف بڑھی تھی،"
کیونکہ امّی جان تو اپنی بیٹی کو ریاست کی ملکہ بنانا چاہتی تھیں، لیکن میرا فی
حضور نے اُن کا یہ خواب پورا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے وہ گل سے حسد
کرتی ہیں۔ میں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں منصور بھائی گل آپ
کو بے انتہا پیار کرتی ہے بلکہ پوجتی ہے۔ آپ اُس کی طرف سے
اپنے دل میں کوئی غلط خیال نہ لائیں وہ بہت معصوم ہے اُس کو تو چند
دن پہلے ہی خبر ہوئی ہے کہ میں بھی اُس کو پسند کرتا ہوں لیکن میری
محبّت خود غرض نہیں ہے۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ میں گل سے پیار کرتا
ہوں، اور اُس کی بات پر ہی میں شادی کے لئے راضی ہوا ہوں، اب
آپ میرے متعلق چاہے جو رائے قائم کریں، یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا،
اُس کا چہرہ غصّے سے تمتما رہا تھا، منصور بُت بنے اُس کی باتیں سنتے
رہے۔ اُس کے خاموش ہونے پر وہ چونک پڑے پھر اُن کے ہونٹوں پر
پُر خلوص مسکراہٹ کھِل اُٹھی، ... "ندیم ہم کو تمہاری صاف گوئی سے

بہت خوشی ہوئی ہے۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ گل ایسی عظیم ہستی ہے کہ
ہر کوئی اس کو پیار کر سکتا ہے ہماری مثال سامنے ہے۔ یہ کہہ کر وہ ہنس
پڑے۔ ندیم کو ان کی بات سن کر اطمینان ہو گیا۔ وہ مغموم لہجے میں بولا
منصور بھائی آپ گل سے کوئی تذکرہ نہ کریں ورنہ وہ اور دکھی ہوں گی
منصور نے مسکرا کر جواب دیا "تم نے ہم کو بے وقوف سمجھا ہے ہم کو پھوپھی
جان کی باتوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا لیکن پھر گل کے رویہ سے ہمیں
شک ہو رہا تھا کیونکہ وہ ہم سے دور رہتی ہیں، اپنا شک دور کرنے کے
لیے تم سے دریافت کرنے چلے آئے۔ اب گل سے تذکرے کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا لیکن ہم کو پھوپھی جان کی ذہنیت پر بہت افسوس ہو رہا ہے آخر
گل ان کے بھائی کی لڑکی ہے۔ اپنے خون سے ایسی دشمنی حیرت انگیز ہے
ندیم نے نادم لہجے میں کہا "منصور بھائی مجھے بے حد شرمندگی ہے۔"
منصور اٹھ کر اس کے قریب آئے پھر اس کا شانہ تھپک کر بولے "تم تو
بیوقوف ہو، تم کو شرمندگی کیوں ہو رہی ہے۔ ہمیں تمہاری محبت پر
فخر ہے۔ اچھا اب آرام کرو۔ یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے اور ندیم اپنی ماں
کی ذہنیت پر غور کرتا رہا۔

منصور اور گل پنکو کی حرکتوں پر مسکرا رہے تھے عالیہ بانو گاؤ تکیہ
کے سہارے بیٹھی تھیں ان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ گل
کو خوش دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھیں، پنکو گل کی گود میں
تھا اور بار بار اپنے ننھے ہاتھوں سے گل کا دوپٹہ کھینچ رہا تھا۔ منصور

شوخی سے بولے "ابھی حضور دیکھیے تو ببنگو بھی گل سے لڑ رہا ہے۔ ابھی
سے اس کا یہ عالم ہے!" گل اس کے گال چوم کر بولی "آپ فکر نہ کریں
ببنگو کا اور ہمارا معاملہ ہے!" عالیہ بانو شفقت سے بولیں "ہاں منصور
تم مت بولو یہ ماں بیٹے کا معاملہ ہے۔" یہ سن کر گل شرما گئی! منصور
اس کو شوخ نظروں سے دیکھ رہے تھے، اسی وقت قدسیہ بیگم آگئیں۔ اور
ان کو ہنستا بولتا دیکھ کر وہ حیران رہ گئیں اُن کے سارے منصوبے خاک میں
ملتے نظر آ رہے تھے، منصور اُن کی پریشانی بھانپ گئے۔ اُن کو جلانے
کے لیے وہ بڑے پیار سے بولے "گل تم تھک گئی ہو گی۔ لاؤ ببنگو کو مجھے
دو۔ اور تم آرام کرو۔" پھر کنکھیوں سے قدسیہ بیگم کو دیکھنے لگے۔ اُن کے
چہرے پر کئی شکنیں نظر آ رہی تھیں، گل نے ببنگو کو منصور کی طرف بڑھا
دیا... منصور نے بڑے پیار سے اس کو سینے سے لگا لیا! گل قدسیہ بیگم
سے مخاطب ہوئی "پھوپھی جان آپ بیٹھیے نا۔" وہ اس کو گھورتی ہوئی بیٹھ
گئیں۔ عالیہ بانو اُن کے چہرے کا بغور جائزہ لے رہی تھیں! پھر وہ بولیں
"منصور اور گل تم لوگ جاؤ، ہمیں کچھ خاص گفتگو کرنی ہے!" گل فوراً ہی
چلی گئی، منصور بھی ببنگو کو لیے چلے گئے..... عالیہ بانو نے سنجیدگی سے
کہا، "قدسیہ ہم نے تم کو اس لئے بلایا ہے تاکہ تم سے کہوں آج اپنے گھر
کو خالی کر دے۔ شام تک گھر کو سجایا جائے گا، اور بہو بیگم رات کو دلہن
بن کر اس گھر میں جائیں گی، منصور کی خواہش کے مطابق! یہ سن کر
قدسیہ بیگم اچھل پڑیں! اُن کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا

رہا تھا۔ عالیہ بانو نے تیکھی نظروں سے دیکھ کر کہا، کیا سوچ رہی ہو معلوم ہوتا ہے تم کو یہ خبر سُن کر صدمہ ہوا ہے۔ قدسیہ بیگم گھبرا کر بولیں" نہیں، نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں، ... لیکن گل کا کمرہ بھی تو ہے عالیہ بانو سخت آواز میں بولیں" لیکن ہماری خاندانی روایات کے مطابق وہی کمرہ حجلہ عروسی بنتا ہے" اس لئے کسی کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ قدسیہ بیگم مردہ آواز میں بولیں" میں ابھی شبانہ سے کہہ دیتی ہوں" یہ کہہ کر وہ چلی گئیں، اور عالیہ بانو طنزیہ انداز میں مسکرا دیں

قدسیہ بیگم اپنے کمرے میں پہونچ کر بے قراری سے ٹہلنے لگیں،" اُن کی لگائی ہوئی آگ بھی گل کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ اور آج اُس کی سہاگ رات تھی یہ سوچ کر وہ حسد کی آگ میں جلے جا رہی تھیں۔ اُن کو اپنی بیٹی کا سکون اُجڑتا نظر آرہا تھا، وہ سوچ رہی تھیں اب کیا ترکیب کی جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اُن کا سازشی ذہن بڑی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ اور چند لمحوں بعد اُن کی آنکھیں چمکنے لگیں وہ بڑبڑائیں" اب دیکھوں گی گل کیسے منصور کو پا سکتی ہے، وہ شبانہ کا ہے اور شبانہ کا ہی رہے گا۔" پھر وہ کمرے سے نکل گئیں، شبانہ نے سُنا تو اُسے کو شاک سا لگا لیکن گل کی مہربانیاں یاد کر کے وہ سنبھل گئی، اور خود کمرہ سجانے میں مصروف ہو گئی، عالیہ بانو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں....

گل نے جب سے یہ خبر سُنی تھی اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی، رات کو شبانہ نے اُس کو اپنے ہاتھوں سے دلہن بنایا، اور حجلہ عروسی میں لے گئی، مسہری کا جب

بٹھا کر سرگوشی میں بولی، "گل آج کی رات مبارک ہو۔ خدا کرے تم ہمیشہ خوش رہو"، یہ کہہ کر وہ مسکرا دی۔ اقدس بیگم دودھ کا گلاس لیے کر مسکراتی ہوئیں کمرہ میں داخل ہوئیں۔ اور محبت بھرے لہجے میں بولیں "لو شبانہ بہن کو دودھ پلا دو نا، شام سے اس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے" شبانہ مسکرا کر بولی "امی جان آپ نے کیوں تکلیف کی۔ میں سوسن سے لے کر آئی تھی" وہ شفقت سے بولیں "تکلیف کس بات کی۔ سوسن کچن میں مصروف تھی سو میں لے آئی بس جلدی پلا دو۔ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا"، شبانہ نے گلاس گل کے ہونٹوں سے لگا کر کہا "لو دلہن صاحبہ جلدی پی لو۔ ورنہ منصور آجائیں گے"، گل نے شرما کر سر جھکا لیا۔ اقدس بیگم مسکرانے لگیں "بیٹی اب پی لو، ہم سے کیا شرمانا"! آخر شبانہ نے بزور دودھ گل کو پلا دیا۔ اور اقدس بیگم خالی گلاس لے کر چلی گئیں، شبانہ بھی کمرہ کا جائزہ لے کر باہر چلی گئی، اور گل اکیلی رہ گئی۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور منصور مسکراتے ہوئے داخل ہوئے۔ اُن کی محبت بھری نظریں گُل کا جائزہ لے رہی تھیں، گُل نے گھونگھٹ میں سے اُن کو دیکھا شرما کر اور سمٹ گئی، منصور دروازہ بند کر کے مسہری کے قریب آ گئے اور دھیرے سے پکارا ”گُل“ لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ منصور مسکرا کر اُس کے قریب بیٹھ گئے اور شوخی سے بولے ”آج ہم سے اتنا سخت پردہ کیوں ہے۔ ذرا اپنا چہرہ تو اُٹھاؤ، ہم بھی تو دیکھیں سنگار میں کیسی لگ رہی ہو۔“ گُل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ ہو رہی تھی، دماغ بُری طرح چکرا رہا تھا۔ منصور نے جواب نہ پا کر اُس کا آنچل ہٹایا لیکن چونک پڑے، گُل کا چہرہ پسینے میں بھیگ رہا تھا، اُس کے ہونٹ نیلے ہو رہے تھے، گُل نے بند ہوتی آنکھیں بڑی مشکل سے کھولیں اور لڑکھڑائی آواز میں بولی ”یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟

منصور نے گھبرا کر اس کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ اور بھرائی آواز میں بولے
"گل کیا بات ہے کچھ بتاؤ تو سہی" لیکن گل کو ابکائی آ رہی تھی۔ اچانک
اس نے چہرہ مسہری سے جھکایا، اور ایرانی قالین پر گہرا نیلا پانی
پھیل گیا، منصور کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں وہ بے اختیار
چلائے، "گل یہ کیا ہوا؟" ان کی چیخ محل میں گونج گئی۔۔۔۔ بڑے کمرے
میں سب موجود تھے۔ چیخ کی آواز پر چونک پڑے۔ عالیہ بانو نے گھبرا
کر دل پر ہاتھ رکھ لیا "یہ تو منصور کی آواز ہے۔ خدا خیر کرے۔" پھر
سب ہی تقریباً بھاگتے ہوئے اس منحوس کمرے کی طرف چل
دیئے۔ جہاں گل بے ہوش پڑی تھی۔۔۔ قالین پر نیلا پانی اور خون کے
دھبے دیکھ کر سب ہی بدحواس ہو گئے۔ ندیم فون کرنے کے لئے لپکا،
عالیہ بانو نے منصور کو جھنجھوڑ ڈالا "منصور گل کو کیا ہوا ہے۔؟
بولو، جواب دو" منصور اُن کی چیخ پر چونک پڑے پھر اُن کی شک
بھری نظریں قدسیہ بیگم کی طرف اٹھ گئیں، وہ کھوئے لہجے میں
بولے "امی حضور، دودھ کس نے گل کے لئے بھیجا تھا۔ وہ کہہ رہی
تھیں، دودھ پیتے ہی طبیعت بگڑنے لگی تھی،" یہ سُن کر شبانہ چونک
پڑی "لیکن دودھ تو امی جان لائی تھیں بھلا دودھ میں کیا ہو سکتا
ہے؟" اور عالیہ بانو کی قہر بھری نگاہیں قدسیہ بیگم پر جم گئیں، جو بڑی
ممتا سے گل کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں، جمشید صاحب
سکتے کے عالم میں کھڑے تھے، نواب صاحب پریشانی سے ہاتھ مل

رہے تھے۔ چند منٹ بعد ہی ندیم ڈاکٹر سلیم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا
ڈاکٹر لپک کر مسہری کے قریب آئے، سکینہ گل کو دیکھ کر بے اختیار اچھل
پڑے، فوراً ہی جھک کر نبض دیکھی، اور بڑبڑائے "زہر!" یہ سن کر وہاں
موجود سب ہی گھبرا گئے، قدسیہ بیگم کمرے سے چلی گئیں، لیکن عالیہ بانو
کو آج پردہ کا احساس بھی نہ رہا تھا، منصور جھپٹ کر قریب آ گئے
ڈاکٹر صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ بھلا یہاں زہر کہاں سے آ سکتا ہے
ڈاکٹر سلیم سخت لہجے میں بولے "صاحبزادے صاحب بہو بیگم کو زہر دیا
گیا ہے۔ اور بہت تیز اثر! آپ ان کی رنگت نہیں دیکھ رہے نیلی پڑ چکی
ہے،" اور اب دوا کی بھی ضرورت نہیں ہے اثر زہر تمام جسم میں پھیل چکا
ہے،" منصور بے ساختہ چلائے "نہیں، نہیں، ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے
آپ ایسا نہ کہئے ..... گل کو بچا لیجئے ہم اپنی ساری دولت لٹا دیں گے۔ گل
کو بچانے کے لئے آپ کوشش تو کیجئے، گل کے بغیر ہم جینے کا تصور بھی
نہیں کر سکتے" اُن کی آواز بھر آئی، اور وہ رونے لگے، ندیم تو زہر کا نام
سن کر ہی سکتے میں رہ گیا تھا، اس کے دماغ میں بار بار اپنی ماں کا خیال آ
رہا تھا۔ اچانک وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ سب کمروں میں دیکھتا ہوا وہ قدسیہ بیگم
کے کمرے میں داخل ہوا قدسیہ بیگم صوفے پر نیم دراز تھیں، اُن کے چہرے سے
گہرا اطمینان جھلک رہا تھا..... ندیم کا شک اور پختہ ہو گیا، وہ اُن کے قریب
پہونچ کر غرایا، "امی جان بہت اطمینان سے بیٹھی ہیں۔ اب تو خوش
ہیں آپ اس معصوم کو اپنی ناپاک سازش کا شکار بنا کر؟" قدسیہ بیگم چونک

پڑیں۔ پھر ندیم کو کڑی نظروں سے دیکھ کر بولیں "کیا بکواس کر رہا ہے! مجھے گل سے کیا دشمنی ہے اور میں نے کیا کیا ہے؟" ندیم نے ہونٹ بھینچ کر کہا "آپ نے وہ کیا ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے آپ نے اپنے لالچ کے خاطر اپنی بھتیجی کو زہر دیا ہے، کہہ دیجیے میں جھوٹ کہہ رہا ہوں!" اس کی بات سن کر قدسیہ بیگم ایک لمحے کے لیے لرز گئیں، لیکن فوراً ڈھٹائی سے بولیں "ندیم تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ ماں پر ایسا گندہ الزام لگاتے شرم نہیں آتی۔ میں کیوں گل کو زہر دینے لگی؟" ندیم نے زہریلے لہجے میں کہا "تو پھر سوسن سے زبردستی دودھ کا گلاس آپ نے کیوں لے لیا تھا؟" راز کھلتے دیکھ کر قدسیہ بیگم سناٹے میں رہ گئیں۔ اُن کو یہ اُمید نہیں تھی۔ کہ سوسن سے بھی کوئی پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ ندیم اُن کا خوفزدہ چہرہ دیکھ کر بولا "امی جان اگر گل کو کچھ ہو گیا تو آپ بھی اپنے بیٹے کی زندگی سے نا اُمید ہو جائیے" یہ سن کر قدسیہ بیگم لرز گئیں "یہ کیا کہہ رہے ہو ندیم؟" ندیم نے اُن کو نفرت سے دیکھ کر کہا "جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل صحیح ہے، اس محل میں گل ہو گی تو ندیم بھی ہو گا، ورنہ اس کا نشان بھی نہیں ملے گا" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ قدسیہ بیگم بیٹے کی باتیں سن کر پریشان ہو گئیں۔

گل کے کمرے میں غیر ملکی سرجن ڈاکٹر رابرٹ موجود تھے جو زہروں کے اسپیشلسٹ کہلاتے ہیں، اُن کا ہاتھ گل کی نبض پر تھا، چہرے پر پریشانی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ گل کو تین انجکشن دیے جا چکے تھے لیکن نبض کی

رفتار مدھم ہوتی جا رہی تھی منصور کی مایوس نظریں ڈاکٹر پر لگی ہوئیں تھیں، عالیہ بانو سجدے میں پڑیں گل کی زندگی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھیں، جمشید صاحب کو نواب صاحب سنبھالے ہوئے تھے۔ اُن کی حالت بھی بہت خراب نظر آ رہی تھی، "چند منٹ بعد ہی ڈاکٹر رابرٹ نے ہاتھ ہٹا لیا، اور افسوس بھرے لہجے میں بولے" آئی۔ ایم سوری مسٹر منصور "یہ کہہ کر وہ ڈاکٹر سلیم کے ساتھ باہر نکل گئے، اور کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا، شہباز کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ اس کی گود میں پنکو سو رہا تھا، منصور تیزی سے مسہری پر بیٹھ گئے۔ گل کے دونوں سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھینچ لئے اور لرزتی آواز میں بولے" گل تم نہیں جا سکتیں ہم کو تنہا چھوڑ کر ہم تم کو نہیں جانے دیں گے گل ہم نہیں جانے دیں گے "اُن کے آنسو پھر بہنے لگے، عالیہ بانو کی ہچکیوں سے کمرہ گونج رہا تھا، اچانک گل کے بے جان جسم میں خفیف سی حرکت ہوئی "اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں اُس کے ہونٹ کی نیلاہٹ سیاہی مائل ہو رہی تھی، اچانک اُس کی ڈوبتی آواز سنائی دی،"..... آپ .... رو رہے ہیں "، اور اس کی مسکراہٹ اُبھر آئی، عالیہ بانو مسہری پر بیٹھ گئیں۔ اور اس کا سر گود میں رکھ لیا،" گل نے اُن کی طرف بڑی کوشش سے دیکھا "امی .. حضور آپ بھی رو رہی ہیں، اپنے آنسو روک لیجئے۔ مجھے کیا ہو رہا ہے، دیکھئے کتنا اندھیرا چھا رہا ہے ...... میری نظروں میں ... میرا پنکو کہاں ہے"، شہباز لپک کر اُس کے قریب آئی۔ اور پنکو کو اس کے

سینے سے لگا کر بھرائی آواز میں بولی "گل دیکھو یہ تمہارے پاس ہے، تمہارا انچو" گل نے اپنا دایاں ہاتھ منصور کی گرفت سے نکالا پھر انچو کو چھو کر بولی "میرا لال.... میرا انچو...." اس کا لرزتا ہاتھ انچو کی پشت پر تھا۔ منصور اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر سہمے جا رہے تھے! نواب صاحب، جمشید صاحب کو سہارا دے کر قریب لائے۔ گل نے باپ کی طرف دیکھ کر کہا "چچا حضور یہ.... میرے.... ابا جان.... کو کیا ہو گیا ہے...." نواب صاحب نے نہائت ضبط سے کہا "بیٹی تمہارے ابا جان ٹھیک ہیں۔ "ان کو چکر آ رہے ہیں" اس لئے ہم نے ان کو سہارا دے رکھا ہے" جمشید صاحب بیٹی پر جھک گئے۔ "ان کے آنسو گل کے بالوں میں جذب ہوتے رہے "میری بدنصیب بچی تجھے کوئی خوشی نہ مل سکی، تیری خوشیوں پر تیرے اپنوں نے ڈاکہ ڈالا ہے، تیرا انصاف خدا کے گھر ہوگا" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے" عالیہ بانو دعائیں پڑھ پڑھ کر دم کر رہی تھیں، گل کی حالت ایک دم بگڑ گئی "اس نے دھندلی نظروں سے منصور کو دیکھا۔ اور بہت مدھم آواز نکلی "منصور!" اس کے ہونٹوں سے اپنا نام سن کر منصور اس پر جھک گئے "کیا بات ہے گل... کچھ تو بولو" وہ ٹوٹتی سانسوں کو سنبھال کر بولی "میں.... بہت دور جا رہی ہوں".... لیکن.... جانے سے.... پہلے آپ کو بتا دوں.... میں.... آپ کو اپنی.... جان سے زیادہ .... چاہتی.... ہوں.... آپ کی ہر خواہش اپنی.... جان

پر تکمیل ..... کر پوری ..... کی ہے ..... اب میری...
ایک خواہش آپ ..... پوری کر دیں... میرے بعد آپ ...
کوئی غم نہ کریں..... اور ہنسی ..... خوشی زندگی ..... بسر کریں،
میرے بچے کو کبھی ..... تکلیف نہ ہونے دیں! یہ کہتے ہوئے اُسکی
سانس اُکھڑنے لگی، اس کی بھٹکتی نظریں ندیم پر جم گئیں ما، ندیم بھائی
..... آپ شادی ..... کر لیں ..... فیروزہ سے سلام ..... کہہ
دیں۔ یہ کہہ کر اس نے ابکائی لی۔ اور بہت سا خون اُگل دیا۔ اُس
کا ایک ہاتھ بچے پر تھا۔ اور دوسرا منصور کی گرفت میں تھا۔ اُس کی
بند ہوتی نظریں کمرے میں بھٹک رہی تھیں پھر منصور پر ٹھہر گئیں...
اور دو تین ہچکیوں کے درمیان ہی اُس کی سانس کی ڈور ٹوٹ گئی۔ ر
اُس کی آنکھیں پتھرا گئیں! منصور کی چیخ سے در و دیوار لرز گئے لیکن
اسی وقت ایک اور حادثہ ہو گیا جمشید صاحب بھی غم کی تاب نہ لا کر
بلیٹی سے جا ملے، اُن کا ہارٹ فیل ہو گیا..... عالیہ بانو ان صدموں
کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو چکی تھیں اشفاق اور سوسن نے بڑی مشکل
سے اُن کی گود سے گل کا بے جان سر ہٹایا۔ اور اُن کو دوسری مسہری
پر لٹا دیا، پورے محل پر بھیانک سناٹا چھا گیا۔ لیبارٹری کے کام بند
ہو گئے، اور رعایا محل میں جمع ہونے لگی منصور کی دیوانگی دیکھی نہ
جاتی تھی، اچانک وہ جھکے اور گل کا بے جان چہرہ قریب کر کے ہذیانی
لہجے میں بڑبڑائے ما گل قسم ہے تمہاری محبت کی ہم تمہارے قاتل

کو نہ چھوڑیں گے۔ اُس کو ایسی سزا دیں گے۔ وہ جیتے جی مُردہ ہو جائیگا
پھر انہوں نے پہلی بار گل کے بے جان ہونٹ چُوم لئے! پھر وہ لڑکھڑاتے
ہوئے اُٹھے، لیکن چند قدم چل کر ہی ڈگمگا گئے، اشتیانہ اُن کو
سہارا دینے قریب آئی، لیکن منصور نے بڑی نفرت سے اُس کو
دھکا دیا، وہ قالین پر جا پڑی۔

دوسری صبح شاہی قبرستان میں دو قبروں کا اور اضافہ ہوگیا۔ ایک قبر علیحدہ گوشے میں تھی جس کے قریب تازے گلاب کے پودے لگائے گئے تھے پودوں میں اَدھ کھلی کلیاں ہوا کے دوش پر لہرا رہی تھیں اور بار بار قبر کو چوم لیتی تھیں منصور قبرستان سے آتے ہی اپنے کمرے میں گھس گئے پھر کافی دیر بعد ایک کاغذ لئے باہر نکلے اور بڑے کمرے میں داخل ہوگئے۔ جہاں سب لوگ خاموش بیٹھے تھے اُن کی جلتی ہوئی نگاہیں قدسیہ بیگم پر جم گئیں۔ وہ شبانہ کا [illegible] بیٹھی تھیں۔ منصور ان کے قریب آگئے۔ اور سرد لہجے میں بولے "یہ لیجئے طلاق نامہ میں نے شبانہ کو طلاق دے دی ہے اور ساتھ ہی ہمارا یہ حکم ہے کہ آپ اپنا سامان سمیٹ کر فوراً ابھی اور اسی وقت محل سے نکل جائیں بمعہ اپنی صاحبزادی کے۔" یہ سن کر قدسیہ بیگم اور شبانہ سکتے میں رہ گئیں۔ نواب صاحب بھی پریشان ہوگئے۔ لیکن ندیم کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی ..... عالیہ بانو خاموش لیٹی ہوئی تھیں۔ قدسیہ بیگم گھبرا کر بولیں "منصور بیٹا یہ تم کیا کہہ رہے ہو آخر

مجھ سے یا میری بیٹی سے کونسی خطا ہوئی ہے جو تم یہ سزا دے رہے ہو، منصور چلّا کر بولے، بہت معصوم بن رہیں آپ، ایک معصوم کی جان لے کر، لیکن اس کا خون رائیگاں نہیں جائیگا، ہم نے اُسکا انتقام لینے کی قسم کھائی ہے۔ اور یہی ہمارا انتقام ہے، کیونکہ آپ نے اس لئے ہماری گل کو زہر دیا کہ وہ ہماری زندگی میں داخل ہو جائیگی اور ہم اُس کے ہو جائینگے تو آپ کی بیٹی کیا کریگی پھر آپکی نظریں ہماری دولت اور ریاست پر بھی لگی ہوئی تھیں لیکن آپ گل کو زہر دینے میں کامیاب ہو گئیں لیکن آپکے نصیب میں اور کامیابی نہیں ہے، ہم زیادہ دیر آپ دونوں کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ فوراً اُٹھ جائیے اور اپنا سامان سمیٹ کر اپنی ناپاک صورت چھپا لیجئے، ورنہ نا معلوم ہم کیا کر بیٹھیں، وہ غصے سے بُری طرح لرز رہے تھے، اچانک شبانہ اُن کے قدموں سے لپٹ گئی، مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں آپ میرا قصور کیا ہے، میرا نہیں تو اپنے بچے کا خیال کیجئے، منصور نے اُسکو پرے دھکیل دیا، اور بے رحمی سے بولے، ہمارا بچہ ہمارے پاس رہے گا! اُن کی بات سُن کر شبانہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی،

قدسیہ بیگم نواب صاحب عالیہ بانو کے آگے گڑگڑانے لگیں، بھائی صاحب اور بھابی جان آپ تو کچھ بولئے، اِنہیں منصور کو کیا ہو گیا ہے جو دیوانے پن میں یہ حرکتیں کر رہے ہیں میری معصوم بچی اور میرا کیا قصور ہے، کون کہتا ہے ہمیں نے گل کو زہر دیا ہے، ہو سکتا ہے اُس نے خود ہی کھا لیا ہو۔ کیونکہ وہ منصور سے نفرت کرتی تھی! اُنکی بات سُن کر نیلم غرّایا! اُس کے مرنے کے بعد بھی اُس پر جھوٹا الزام لگاتے آپ کو شرم نہیں آتی، اور میں کہتا ہوں کہ آپ نے گل کو زہر دیا ہے۔ اس معصوم کی کوئی خوشی آپ نہیں دیکھ سکتی تھیں، آپ نے زبردستی سوسن سے دودھ کا گلاس لے کر اس میں زہر ملایا تھا، نواب صاحب یہ سُن کر چونک پڑے اور بہن کو نفرت سے دیکھ کر بولے

ہم نہیں جانتے تھے تم اتنے گندے ذہن کی عورت ہو۔ ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے منصور زہریلے لہجے میں بولے "کہئیے اب کچھ اور باقی ہے، اب کس سے فریاد کرنی ہے" پھر اچانک ہی گرجدار آواز میں بولے، ماسو حسن اشاعی، اکرم، یہاں آؤ" اُن کی آواز پر تینوں بھاگے آئے، منصور اُن سے مخاطب ہوئے، "ان دونوں بیگمات کا سامان باندھ دو، وہ حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہو گئے، منصور نے نفرت بھری نظر دل سے قدسیہ بیگم کو دیکھا، شبانہ رونے جا رہی تھی، اچانک قدسیہ بیگم کمرے سے چلا گیا، اور ایک گھنٹے کے درمیان ہی اُن کا سامان محل سے باہر پہونچ گیا، منصور سخت آواز میں بولے، اب آپ دونوں تشریف لے جائیں اور کبھی محل کی جانب آنے کی کوشش نہ کریں پھر شاہ دین کی جیب سے ایک چیک نکال کر شبانہ کی طرف بڑھا دیا، یہ اپنے ہک کے بلیں ہزار کا چیک لو اور کبھی اپنی صورت نہ دکھانا۔ شبانہ بلک کر بولی اتنا ظلم نہ کیجئے مجھ سے میرا بچہ نہ چھینئیے، منصور نے رکھی سے کہا وہ تمہارا نہیں گل کا بچہ ہے وہ ہمارے پاس رہیگا، تم کو دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قدسیہ بیگم نے بھائی بھاوج کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا لیکن نواب صاحب اُٹھ کر چلے گئے، اور عالیہ بانو کی آنکھوں میں جھلکتی نفرت اُن کے دل کا حال ظاہر کر رہی تھی، وہ نا امید ہو گئیں، اور شبانہ کا ہاتھ تھام کر اُسے گھسیٹتی ہوئی باہر نکل گئیں، منصور بھی اُن کے پیچھے نکلے اور اُن کو گیٹ سے باہر کر کے چوکیدار سے محل کا گیٹ بند کرا دیا، پھر تیز قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور گل کی تصویر کے قریب آ کر بولے، گل دیکھو ہم نے تمہارا انتقام لے لیا، گل دیکھو یہ کہتے ہوئے وہ سسکنے لگے اور اُس کی تصویر کو دیوانہ وار چومنے لگے، گل کا انتقال ہوئے ایک ماہ ہو گیا تھا، منصور روزانہ شام کو بہت ساری کلیاں لے کر نگو کے ساتھ شاہی قبرستان جاتے تھے ہمیں روزانہ دیکھ کر پریشان ہو جاتے کہ قبر پہلے ہی سے گلاب کی کلیاں بکھری

ہوتی ہیں اور دو چراغ بھی جل رہے ہوتے ہیں، پگلی کا مقبرہ منصور نے بہت عالیشان بنوایا تھا، ایک دن اُنھوں نے وہاں کے چوکیدار سے پوچھا تو اُس نے بتایا کوئی آدمی ہے ہر وقت یہیں رہتا ہے ہاں آپ کے آنے پر نہ جانے کہاں چلا جاتا ہے۔ منصور نے پوچھا، "اس کا حلیہ کیسا ہے؟ چوکیدار نے کہا حضور ذرہ لمبے ہیں بولا سر کا اسکی ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہے اور سر کے بال بھی بڑھے ہوئے ہیں، مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہیں دیکھا ہے! منصور اس کی بات سن کر سمجھ گئے۔ ضرور یہ ندیم ہے! کیونکہ اُس دن سے ایسا غائب ہوا تھا سب جگہ تلاش کرانے کے باوجود نہ مل سکا قدسیہ بیگم ایک چھوٹے سے گھر میں شبانہ کے ساتھ رہ رہی تھیں، شبانہ پاگل ہو چکی تھی، اور قدسیہ بیگم بھی نیم پاگل ہو چکیں تھیں، ندیم کی جدائی میں! قدرت کا انتقام نرالا ہوتا ہے منصور ان کے حالات سن کر بہت خوش ہوئے تھے اُن کے انتقام سے زیادہ قدرت کا انتقام سخت تھا اور اب منصور کے جلتے دل و دماغ کو کچھ سکون محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ ندیم کے لئے سخت پریشان تھے۔

آج بھی وہ قبر پر کلیاں ڈال کر فاتحہ پڑھنے لگے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر قبر پر گر رہے تھے، قریب ہی بیٹھا ننھا پنکو اپنے ننھے ہاتھوں سے قبر پر پڑی کلیاں اُٹھانے کی کوشش کر رہا تھا آخر ایک بڑی سی کلی اس کے ہاتھ میں آ گئی، اُدھر ایک قبر کی اوٹ میں چھپا وہ داڑھی والا اُن کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، اور یہ تھا ندیم جس کی گلاب کی کلی یہاں ابدی نیند سو رہی تھی۔"

دُنیا میں کون کون نہ یک بار ہو گیا - پر منہ پھر اِس طرف نہ کیا اُس نے جو گیا

ختم شُد